ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت

17

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

مسلسل اشاعت کا
31 واں سال

تنظیم اسلامی کا ترجمان

24 تا 30 رمضان المبارک 1443ھ/26 اپریل تا 2 مئی 2022ء

عیدالفطر: روحانی رفعتوں پر شکریہ کا موقع

اسلام نے مسلمانوں کو جہاں اور بے شمار نعمتوں سے مالا مال کیا ہے، وہاں سال میں دو پُر مسرت تقریبات عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ سے بھی نوازا ہے۔ دونوں عیدیں رب ذوالجلال کی شان جلال و جمال کی مظہر ہیں۔

عیدالفطر، رمضان المبارک میں حاصل ہونے والی روحانی رفعتوں اور ملکوتی عظمتوں کے شکریہ کا بہترین موقع ہے۔ ایک مومن کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا نعمت ہوسکتی ہے کہ یہ روز انعام الٰہی حاصل کرنے کا دن ہے۔ اس پر جس قدر خوشی منائی جائے، کم ہے۔

دنیا کی ہر قوم تہوار مناتی ہے، مگر اسلام اور دوسرے ادیان کے تہوار میں ایک بنیادی فرق ہے۔ غیر اسلامی تہواروں میں لہو و لعب، فواحش و منکرات اور سوقیانہ مشاغل کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ وہاں تقویٰ، طہارت اور روحانیت نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ وہاں تو ہیجان انگیز مناظر ہوتے ہیں اور نفس کی خوشنودی مطمح نظر ہوتی ہے۔

دنیا کی دوسری ملل کے برعکس ملت اسلامیہ کے تہوار محض جسمانی یا مادی خوشیوں پر مبنی نہیں بلکہ روح اور جسم دونوں کی لطافتوں کا حسین مرقع ہیں۔ مگر آج کل اکثر مسلمان اپنے تہواروں کے آداب سے نا آشنا محض جسمانی لذتوں کے لیے بے تحاشا کھانے، اودھر ادھر گھومنے یا فلم بینی میں وقت صرف کرتے ہیں۔ یہ لوگ عید کی اصل لذتوں سے یکسر محروم رہتے ہیں۔ اس لیے کہ حقیقی مسرتیں تو جسم و روح کے پاکیزہ امتزاج سے ہی حاصل ہوسکتی ہیں۔

مولانا خلیل احمد

اس شمارے میں

رمضان، قرآن اور پاکستان
قیام اللیل کی ضرورت و اہمیت
ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی یوٹیوب چینل کی بندش
نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن
دینی علم کی فضیلت اور ضرورت
ادھورا سچ!

مؤمنین کا انعام

سورۃ الفرقان | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات:75 تا 7

اُولٰٓئِکَ یُجۡزَوۡنَ الۡغُرۡفَۃَ بِمَا صَبَرُوۡا وَ یُلَقَّوۡنَ فِیۡہَا تَحِیَّۃً وَّ سَلٰمًا ﴿۷۵﴾ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا ؕ حَسُنَتۡ
مُسۡتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ﴿۷۶﴾ قُلۡ مَا یَعۡبَؤُا بِکُمۡ رَبِّیۡ لَوۡ لَا دُعَآؤُکُمۡ ۚ فَقَدۡ کَذَّبۡتُمۡ فَسَوۡفَ یَکُوۡنُ لِزَامًا ﴿۷۷﴾

آیت:۷۵ ﴿اُولٰٓئِکَ یُجۡزَوۡنَ الۡغُرۡفَۃَ بِمَا صَبَرُوۡا﴾ ’’یہ وہ لوگ ہیں جن کو ان کے صبر کی جزا میں بالا خانے ملیں گے‘‘

اللہ تعالیٰ دنیا میں بندوں کو آزماتا رہتا ہے۔ ایک نیک انسان کی زندگی میں ایسے بے شمار مواقع آتے ہیں جب اس کے سامنے گناہ اور اللہ کی نافرمانی کا راستہ کھلا ہوتا ہے۔ یہ راستہ بے حد پُرکشش بھی ہے اور آسان بھی۔ دوسری طرف نیکی اور اللہ کی فرمانبرداری کے راستے پر استقامت کے ساتھ چلنے کے لیے قدم قدم پر انسان کو صبر کرنا پڑتا ہے اور شہواتِ نفسانی کو قابو میں رکھنا پڑتا ہے۔ اس لحاظ سے ایک بندۂ مؤمن کی پوری زندگی ہی صبر سے عبارت ہے۔ چنانچہ اس کے اس صبر کا بدلہ اسے آخرت میں جنّت اور اس کی نعمتوں کی صورت میں دیا جائے گا۔

﴿وَ یُلَقَّوۡنَ فِیۡہَا تَحِیَّۃً وَّ سَلٰمًا ﴿۷۵﴾﴾ ’’اور ان میں ان کا استقبال کیا جائے گا دعاؤں اور سلام کے ساتھ۔‘‘

آیت:۷۶ ﴿خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا ؕ حَسُنَتۡ مُسۡتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ﴿۷۶﴾﴾ ’’وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہ بہت ہی عمدہ جگہ ہے مستقل قیام کے لیے بھی اور تھوڑی دیر ٹھہرنے کے لیے بھی۔‘‘

آیت:۷۷ ﴿قُلۡ مَا یَعۡبَؤُا بِکُمۡ رَبِّیۡ لَوۡ لَا دُعَآؤُکُمۡ ۚ﴾ ’’(اے نبی ﷺ!) آپ کہہ دیجیے کہ میرے رب کو تمہاری کوئی پروا نہیں اگر نہ ہوتا تمہیں پکارنا۔‘‘

بنی نوعِ انسان کو راہِ ہدایت دکھانے اور اس سلسلے میں ان پر اتمامِ حُجّت کرنے کا کام اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمے لے رکھا ہے۔ اسی حوالے سے یہاں حضور ﷺ سے کہلوایا جا رہا ہے کہ تم لوگوں کو ہدایت کی طرف بلانا اور حق کی دعوت دینا مشیتِ الٰہی کے تحت ضروری نہ ہوتا تو میرے رب کو تم لوگوں کی کچھ بھی پروا نہیں تھی۔ اور اس کے لیے میرا تمہیں مخاطب کرنا ناگزیر نہ ہوتا تو میں ہرگز تمہارے پیچھے پیچھے نہ پھرتا۔

﴿فَقَدۡ کَذَّبۡتُمۡ فَسَوۡفَ یَکُوۡنُ لِزَامًا ﴿۷۷﴾﴾ ’’اب جبکہ تم نے جھٹلا دیا ہے تو عنقریب یہ (عذاب تمہیں) چمٹ کر رہے گا۔‘‘

یعنی تمہارے اس انکار کی پاداش میں تم لوگوں کو سزا مل کر رہے گی۔

درس حدیث

عید کا روحانی واخلاقی پہلو

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَدِمَ النَّبِیُّ ﷺ الْمَدِیْنَۃَ وَلَھُمْ یَوْمَانِ یَلْعَبُوْنَ فِیْھِمَا فَقَالَ: مَا ھٰذَانِ الْیَوْمَانِ؟ قَالُوْا: کُنَّا نَلْعَبُ فِیْھِمَا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ: ((قَدْ اَبْدَلَکُمُ اللہُ بِھِمَا خَیْرًا مِّنْھُمَا، یَوْمَ الْاَضْحٰی وَیَوْمَ الْفِطْرِ)) (رواہ ابوداؤد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو اہل مدینہ کو سال کے دو دنوں میں (لہو ولعب) خوشیاں مناتے دیکھا، پوچھا یہ کیسے دن ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ زمانۂ جاہلیت میں ہم ان دو دنوں میں کھیل تماشا کیا کرتے تھے۔ ارشاد ہوا: ’’اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ان سے بہتر دو دن مقرر فرما دیے ہیں۔ ایک عید الاضحیٰ اور دوسرا عید الفطر (ان دنوں میں تم اللہ تعالیٰ کی کبریائی وعظمت بیان کر کے دلوں کو سکون دو اور آپس میں میل ملاقات سے اور تحفے تحائف کے تبادلوں سے خوشیاں حاصل کرو)۔‘‘

اسلام میں عید دو ہی ہیں، عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔ اس کے علاوہ کسی اور عید کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

24 تا 30 رمضان 1443ھ جلد 31
26 اپریل تا 2 مئی 2022ء شمارہ 17

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
ندائے خلافت کے لیے مضامین واشتہارات اس پتہ پر ارسال کریں
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 20 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 800 روپے
بیرون پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (14300 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (10800 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

رمضان، قرآن اور پاکستان

رمضان، قرآن اور پاکستان محض ہم قافیہ الفاظ نہیں ہیں، حقیقت یہ ہے کہ دنیا کے کسی دوسرے گوشے میں بسنے والے مسلمانوں کی نسبت مسلمانانِ پاکستان کا رمضان اور قرآن سے اضافی تعلق بھی ہے، وہ اس لیے کہ پاکستان رمضان المبارک کی اس شب میں قائم ہوا، جس کے بارے میں گمانِ غالب ہے کہ وہ لیلۃ القدر ہی ہے۔ جسے قرآن نے نزولِ قرآن کی شب ہونے کی بنا پر ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیا۔ اگرچہ 1946ء کے انتخابات میں مسلم لیگ یہ ثابت کر چکی تھی کہ وہ برصغیر کے مسلمانوں کی حقیقی نمائندہ جماعت ہے، لیکن پھر بھی 1947ء کے آغاز میں یہ یقین سے نہیں کہا جا سکتا تھا کہ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت پاکستان اسی سال دنیا کے نقشہ پر حقیقت بن کر ابھر سکے گی۔ انگریز حاکموں اور برصغیر کی بڑی قوم ہندو کی شدید ترین مخالفت کے باوجود اس کا قائم ہو جانا ہی کچھ ناقابل فہم سا محسوس ہوتا ہے۔ لیکن تشکیلِ پاکستان کے تاریخی واقعات کو مرحلہ وار دیکھیں تو اس سال ستائیس رمضان المبارک کی نصف شب کے قریب قیامِ پاکستان کا اعلان خالصتاً ''کن فیکون'' کا مظہر محسوس ہوتا ہے۔ 1940ء کی قرارداد لاہور میں پاکستان کا ذکر نہیں تھا بلکہ اس میں آزاد مسلمان ریاستوں کا ذکر ہے۔ اس پس منظر میں ایک ہزار میل سے زائد زمینی فصل رکھنے والے دو حصوں پر مشتمل ایک ریاست کا قائم ہو جانا معجزہ محسوس ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے پاکستان کو بجا طور پر مملکت خداداد کہا جاتا ہے۔ لیکن رمضان اور قرآن کے ساتھ مسلمانانِ پاکستان نے کیا سلوک کیا، یہ ایک دل فگار کہانی ہے۔ رمضان کو تاجروں، سٹاکسٹوں اور صنعت کاروں نے لوٹ کھسوٹ اور چور بازاری کا مہینہ بنا لیا۔ حکومت کا حال یہ ہے کہ مہنگائی پر قابو پانے کے دعوے تو ہر روز کیے جاتے ہیں لیکن نتیجہ صفر اور آئی ایم ایف کی غلامی تو گویا ہماری گھٹی میں پڑی ہے۔

برصغیر کے مسلمانوں نے پاکستان بنا کر ہندو سے ہزار سالہ رفاقت ختم کی، اس کی دشمنی مول لی اور نتیجہ کے طور پر ہندو کے ہاتھوں لاکھوں مسلمان بے گھر ہوئے، بے شمار قتل ہوئے اور ان گنت مسلم خواتین کی بے حرمتی ہوئی، یعنی پاکستان پر جان، مال اور عزت جو انسان کا کل سرمایہ ہوتا ہے، سب کچھ لٹا دیا۔ ''پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ'' اتنا پرکشش نعرہ تھا اور نظریۂ پاکستان کی اصطلاح اتنی دلپذیر تھی کہ یہ قربانیاں حقیر محسوس ہوتی تھیں۔ نظریۂ پاکستان یعنی اسلام کے یوں تو دو بنیادی ماخذ ہیں: قرآن اور حدیث، لیکن یہ دو بھی اس طرح اکائی بن جاتے ہیں کہ حضور ﷺ قرآن مجسم اور قرآن ناطق بھی تو کہلاتے ہیں۔ حضرت عائشہ ؓ سے مروی ایک حدیث کے مطابق قرآن سیرت رسول ﷺ اور خُلقِ رسول ﷺ ہی کا تو بیان ہے۔ یعنی قرآن دین متین کا اصل منبع، سرچشمہ اور ماخذ ہے، اور سنتِ رسول ﷺ قرآن کی تشریح وتفسیر اور دین کا ماخذ ہونے کے ساتھ قرآن کی عملی تعبیر بھی ہے۔ لہٰذا نظریۂ پاکستان کی آبیاری کے لیے پاکستان میں جو پہلا کام ہونا چاہیے تھا، وہ یہ تھا کہ قرآن کی تعلیم کو عام کیا جاتا، قرآن کی زبان کو سیکھا اور سکھایا جاتا۔ آخر انگریزی زبان میں مہارت حاصل کی جا سکتی ہے تو قرآن کو

پڑھنے اور سمجھنے کے لیے عربی کیوں نہیں سیکھی جا سکتی۔ اگرچہ قرآن کا یہ اعجاز ہے کہ اسے سمجھے بغیر بھی پڑھا جائے تو ایک لطف، سرور اور کیف محسوس ہوتا ہے، اور ایک مسلمان ثواب کا مستحق بھی ٹھہرتا ہے، لیکن عملی زندگی میں انفرادی اور اجتماعی سطح پر صراطِ مستقیم پر چلنے کے لیے احکاماتِ قرآنی کو اپنا امام بنانے کی ضرورت تھی۔ اس کے حکم پر آگے بڑھا جاتا اور اس کے روکے رکا جاتا۔
لیکن صد افسوس کہ عوامی اور حکومتی دونوں سطحوں پر عملی زندگی سے اسلام کو خارج کر دیا گیا۔ ہم مصنوعی روشنیوں کے ذریعے عزت و وقار کا راستہ ٹٹولنے کی کوشش کر رہے ہیں اور فطری روشنی کے مینار قرآن مجید پر ریشمی جزدانوں کے بے شمار غلاف ڈال دیئے ہیں اور غیر شعوری طور پر کوشاں ہیں کہ حق کو دبیز ریشمی پردوں میں چھپا دیا جائے۔ یعنی ایمان کے حوالہ سے خود فریبی میں مبتلا ہیں۔ نتیجتاً ہم صراطِ مستقیم سے بہت دور ہو چکے ہیں۔ اسلام کے عادلانہ نظام کو اپنانا تو دور کی بات ہے، ہم عام انسانی اخلاقیات سے بھی عاری ہو چکے ہیں۔
اپنے معاشرے پر نگاہ ڈالیں، ہماری کوئی کل سیدھی نہیں۔ ظلم، ناانصافی، کرپشن، خیانت، جھوٹ، بددیانتی اور منافقت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا۔ یعنی لوڈشیڈنگ سے اگر قوم ظاہری اور باہری طور پر اندھیروں میں ڈوبی ہوئی ہے تو اِن باطنی بیماریوں سے مسلمانانِ پاکستان کا باطن سیاہ ہو چکا ہے۔ اُن کے ضمیر پر مُردنی چھائی ہے اور ارواح مضمحل ہو چکی ہیں، جو اجتماعی بے حسی کا سبب بنی ہیں۔ مقتدر طبقات کی لوٹ مار اور دولت اور وسائل کی اس غیر منصفانہ تقسیم نے طبقاتی خلیج کو بہت وسیع کر دیا ہے۔ یا وہ لوگ ہیں جو نزلہ زکام کے علاج کے لیے یورپ میں ہسپتال بک کرواتے ہیں اور اپنے کتوں کے لیے ایئر کنڈیشنڈ کمرے تعمیر کرواتے ہیں یا وہ لوگ ہیں جو بنیادی انسانی ضروریات سے محرومی کے باعث بھوک اور بیماری کے ہاتھوں موت کو گلے لگا لیتے ہیں۔
قصہ مختصر اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہم بندگلی میں داخل ہو چکے ہیں سیاسی سطح پر عدم استحکام کا شکار ہیں۔ سیاسی حریف ایک دوسرے کی جان کے دشمن بن چکے ہیں۔ معاشی حالات کچھ یوں ہیں کہ ہر نیا حکمران کشکول پکڑ کر در در دستک دیتا نظر آتا ہے اور اخلاقی لحاظ سے ہم بدترین دیوالیہ پن کا شکار ہو چکے ہیں۔ لیکن مایوسی کفر ہے۔ اور ہمارا رب بڑا غفور و رحیم ہے۔ ضرورت ہے واپس لوٹنے کی، قرآن کی طرف رجوع کرنے کی جو نسخۂ کیمیا ہے اور اسی میں ہمارے تمام مسائل کا حل موجود ہے، جو ہمیں ماضی سے بھی آگاہ کرتا ہے اور مستقبل کے لیے رہنمائی بھی فراہم کرتا ہے۔ رمضان کا بابرکت مہینہ ہمیں دعوتِ فکر دیتا ہے کہ ہم غور کریں کہ ہماری ذلت و رسوائی کی اصل وجہ کیا ہے۔
ہم یقیناً اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ ہم نے اللہ کی کتاب کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا ہے اور اللہ کے رسول ﷺ سے ہمارا تعلق نعت گوئی تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ لہٰذا عملی لحاظ سے ہمارا معاشرہ سنتِ رسول ﷺ سے لاتعلق ہو چکا ہے (الا ماشاء اللہ)۔ یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ کیا اسلامی ممالک میں سے صرف پاکستان ہی نے دین سے اعراض کیا ہے اور اسے پس پشت ڈالا ہے اور اس کے نتیجہ میں یہ اس حال کو پہنچا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ پاکستان واحد اسلامی ملک ہے جس کے قیام کا جواز اسلام بتایا گیا تھا۔ کسی اور ملک نے اپنے نام کا مطلب لا الٰہ الا اللہ نہیں بتایا تھا۔ علاوہ ازیں اگر دوسرے اسلامی ممالک نے بھی قرآن کے احکامات اور فرمودات کو ترک کیا ہے تو دنیا میں کون سی عزت کمائی ہے۔ آج پوری دنیا میں ایک اسلامی ملک بھی ایسا نہیں ہے جو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کا دعویٰ کر سکے اور وقت کی بڑی طاقتوں سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکے۔ آج مغرب مختلف حیلوں اور بہانوں سے اسلام اور عالمِ اسلام کے خلاف کارروائیاں کر رہا ہے۔ صرف ایک اسلامی فلاحی ریاست مغرب کو دندانِ شکن جواب دے سکتی ہے۔ ہر کلمہ گو کا اوّلین دینی فریضہ ہے کہ مذکورہ اسلامی ریاست کے قیام کے لیے تن من دھن لگا دے۔ یہی حالات کا تقاضا ہے، یہی کرنے کا اصل کام ہے، اور یہی جہاد ہے۔ پندرہ سو سال قبل مدینہ کی چھوٹی سی بستی میں قائم ہونے والی پہلی اسلامی ریاست قلیل مدت میں یورپ، ایشیا اور شمالی افریقہ تک پھیل گئی تو اُس کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں نے قرآن کو اپنا امام بنا کر انفرادی اور اجتماعی زندگی کی راہیں متعین کیں تھیں اور آج اگر اسلام کے نام پر بننے والی دوسری ریاست پاکستان ناکامیوں اور محرومیوں سے دوچار ہے تو اُس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے قرآن سے حقیقی اور عملی تعلق منقطع کر لیا ہے۔ محض آئین میں یہ لکھا جانا کافی نہیں ہے کہ قرآن و سنت کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں کی جا سکتی بلکہ تعزیراتِ پاکستان کے ہر اُس قانون کو بھی حرفِ غلط کی طرح کھرچ دینا چاہیے جو قرآن و سنت کی روح کے خلاف ہو۔ ہم اگر رمضان کی برکات سے بہرہ ور ہونا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں قرآن کو اوڑھنا بچھونا بنانا ہوگا۔ اے کاش! رمضان المبارک کے ماہ میں دِن کا صیام اور رات کا قیام ہمیں ایسی روحانی توانائی بخش دے کہ ہم اُس نظامِ باطل کا سر کچل سکیں جس نے دنیا میں ہمیں ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں دیا اور ہماری اُخروی فلاح بھی مشکوک بنا دی ہے۔ اے کاش! رمضان میں جنم لینے والا پاکستان قرآن کی عملی تعبیر نظر آئے۔ آمین! یا رب العالمین!

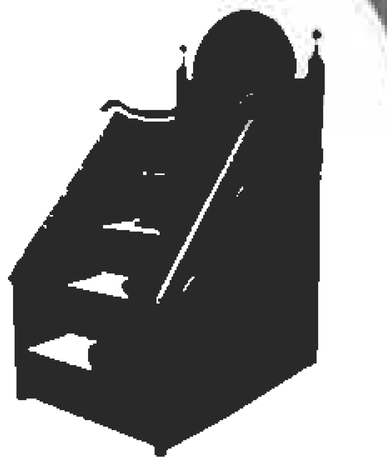

قیام اللیل کی ضرورت، اہمیت اور فضیلت

(قرآن وحدیث کی روشنی میں)

جامع مسجد شادمان ٹاؤن کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ ﷾ کے 15 اپریل 2022ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

مرتب: ابوابراہیم

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

مسلمان رمضان کی راتوں میں قیام اللیل کا اہتمام کرتے ہیں جسے تراویح کہا جاتا ہے۔ اس میں مقصود قرآن حکیم کے ساتھ اپنا وقت گزارنا ہوتا ہے کیونکہ یہ ماہ مبارک قرآن حکیم ہی کے حوالے سے سجایا گیا ہے۔ روزے کی فرض عبادت جو ہم پر عائد کی گئی اس کے جہاں اور بہت سے مقاصد ہیں وہاں ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اس ماہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن حکیم کی نعمت عطا فرمائی جس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے اور اللہ کی بڑائی بیان کی جائے۔ گویا اس ماہ میں جس چیز پر سب سے زیادہ توجہ مرکوز رہنی چاہیے وہ قرآن مجید ہے۔ رمضان کا مہینہ بھی افضل ہے تو قرآن حکیم کی وجہ سے ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ (البقرۃ:185) ''رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا''

تمام مہینے اللہ کے ہیں مگر رمضان کے مہینہ میں نزول قرآن ہوا اس لیے یہ افضل ہے۔ اسی طرح تمام راتیں اللہ کی ہیں مگر قدر کی رات میں نزول قرآن ہوا، اس لیے اس کو ہزار مہینوں سے افضل قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ①﴾ (القدر)

''یقیناً ہم نے اتارا ہے اس (قرآن) کو لیلۃ القدر میں۔''

پھر یہ کہ روزے کیوں رکھوائے جارہے ہیں۔ سورۃ البقرہ میں ہی ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰي مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ⑱⑤﴾ (البقرۃ)

''تاکہ تم تعداد پوری کرو اور تاکہ تم بڑائی کرو اللہ کی اس پر جو ہدایت اُس نے تمہیں بخشی ہے اور تاکہ تم شکر کرسکو۔''

یہ قرآن اتنی بڑی نعمت ہے، اتنی عظیم ترین نعمت ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنے، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے روزے رکھوائے جارہے ہیں۔ یعنی یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ اس کا شکرانہ بھی بہت بڑا ہونا چاہیے۔

بہرحال دن کا روزہ قرآن کریم کے شکرانے کے لیے اور رات کا قیام قرآن حکیم کے ساتھ وقت گزارنے، قرآن حکیم کے ساتھ تعلق کی مضبوطی کے لیے ہے۔ اس میں حکمت یہ بھی ہے کہ قرآن دلوں میں زندہ رہے، اس میں قرآن کی حفاظت کا ایک پہلو بھی ہے۔ ایک طرف اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ دیا:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ⑨﴾ (الحجر) ''یقیناً ہم نے ہی یہ ذکر نازل کیا ہے اور بلاشبہ ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔''

اور دوسری کروڑوں سینوں میں قرآن پاک کو محفوظ کر دیا اور امت ایک سال میں اجتماعی طور پر قرآن حکیم کے دور سے گزرتی ہے جو اس کی حفاظت کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ چنانچہ اس ماہ مبارک میں قرآن حکیم کی طرف توجہ کا معاملہ بڑھنا چاہیے۔ الحمدللہ تراویح میں قرآن سننے کا اہتمام تو اس اُمت میں ہے، کچھ مقامات پر دس بارہ دن میں تکمیل بھی ہوگئی، کوئی حرج نہیں لیکن رات کا یہ قیام پورے مہینے مطلوب ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام ؓ کی سنت یہی تھی۔ اس حوالے سے کوتاہی نہ ہو۔ ہوتا یہ ہے کہ پہلے عشرے میں تو جذبہ بہت ہوتا ہے اور مساجد میں تعداد زیادہ ہوتی ہے پھر آہستہ آہستہ کمی نظر آنا شروع ہو جاتی ہے، یہ بڑی ناقدری کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ پہلا عشرہ رحمت کا، دوسرا مغفرت کا اور تیسرا جہنم سے آزادی کا ہے۔ چنانچہ اس جذبے میں کمی واقع نہیں ہونی چاہیے بلکہ اور آگے بڑھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ بہرحال پھر سے قرآن حکیم کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے۔ الحمدللہ! تلاوت کا اہتمام ہے اور نماز تراویح کا بھی اہتمام ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ترجمہ وتشریح کی طرف بھی توجہ ہونی چاہیے تاکہ ہمیں پتا چلے کہ قرآن ہم سے کیا کہہ رہا ہے۔ لیکن یہ توجہ عظیم اکثریت کے اندر نہیں ہے، بغیر سمجھے بھی کوئی تلاوت کرے تو ہم ثواب کے قائل ہیں لیکن یاد رہے کہ قرآن حکیم صرف ثواب کی کتاب نہیں۔ قرآن کا پہلا تعارف یہ ہے کہ: ﴿هدی للناس﴾ ساری انسانیت کے لیے ہدایت ہے۔

سورۃ البقرۃ کے شروع میں فرمایا: ﴿هدی للمتقين﴾ متقین کے لیے ہدایت ہے۔

اللہ فرماتا ہے سارے انسانوں کے لیے ہدایت ہے اور پھر فرماتا ہے کہ متقین کے لیے ہدایت ہے۔ اس میں کوئی تضاد نہیں ہے کیونکہ بنیادی طور پر قرآن حکیم سارے انسانوں کے لیے ہدایت ہے لیکن اس سے ہدایت وہی لے گا جس کے دل میں تھوڑا بہت ہی سہی مگر تقویٰ ہوگا، جس کے دل میں اللہ کا خوف، آخرت اور جوابدہی کی فکر جاگ جائے گی۔ جیسے سورج کی روشنی ہم تک پہنچ رہی ہے لیکن جو خود ہی اندھیرے میں رہنا چاہے تو وہ روشنی سے محروم رہے گا۔ اسی طرح بارش یکساں برستی ہے لیکن جو اپنے برتن کو الٹا کردے اس کو پانی نہیں ملے گا۔ اسی طرح قرآن حکیم کی بارش تو اللہ نے برسادی، قرآن تو موجود

ہے جو چاہے فائدہ اٹھالے لیکن ہدایت اس کو ملے گی جس میں تقویٰ ہوگا۔ اللہ نے ہمیں بنایا، وہ ہمارا خالق ہے، اس نے ہمیں اپنی بندگی کے لیے بھیجا ہے اور اس کی طرف سے اپنی فرمانبرداری کا تقاضا ہے، اس کی نافرمانی کو ترک کردینے کا تقاضا ہے۔ اس کی نافرمانی کا خوف رکھتے ہوئے گناہوں سے بچتے بچتے جو چلے گا وہ متقی ہے۔ روزے کا مقصد ہی یہ بیان ہوا کہ پہلے روزہ رکھ کر اپنے اندر تقویٰ پیدا کرو، پھر قرآن سے ہدایت لو۔ تم اپنے آپ کو اس قابل اور مستحق تو بناؤ کہ قرآن حکیم سے ہدایت مل سکے۔ قرآن حکیم سے ہدایت کے لیے تقویٰ اختیار کرنا لازم ہے۔ دن بھر کے روزے کے نتیجے میں تقویٰ پیدا ہوگا، پھر رات کے قیام میں قرآن کو سننے اور سمجھنے کی کوشش کرے گا تو ہدایت ملے گی۔ مولانا یوسف بنوریؒ فرماتے تھے کہ جو لوگ بغیر سمجھے قرآن حکیم کو پڑھتے ہیں انہیں ڈرنا چاہیے کہ نہ سمجھنے کا گناہ اگر بغیر سمجھے تلاوت کے ثواب سے بڑھ گیا تو پھر آخرت میں کہاں کھڑے ہوں گے؟ اسی ماہ رمضان میں لوگوں نے سود پر پیسہ بھی لگا رکھا ہے اور دوسرے گناہ بھی ہو رہے ہیں اور رات کو تراویح میں قرآن کی تلاوت بھی سن رہے ہیں۔ اصل میں ہمیں معلوم ہی نہیں کہ قرآن حکیم میں کیا لکھا ہے اور یہی ہم مس کر رہے ہیں۔ ہم ان منکرین سنت کی بات کو رد کرتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن کو بغیر سمجھے پڑھنے کا کیا فائدہ ہے۔ ہم ایسے جذباتی لوگوں کی باتوں کا رد کرتے ہیں جو کہتے ہیں کہ طوطے کی طرح رٹا لگانے کا کیا فائدہ۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: قرآن کے ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔ الم پڑھنے پر تیس نیکیوں کا ثواب ہے لیکن ہم یہ بھی عرض کرتے ہیں کہ قرآن صرف ثواب کی کتاب نہیں ہے بلکہ یہ ہدایت کی کتاب ہے۔ لہٰذا ہدایت کی ہمارے اندر تڑپ اور طلب ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی ہونی چاہیے اور پھر قرآن حکیم کے سیکھنے سکھانے کا عمل بھی ہونا چاہیے۔ اس کا سادہ آغاز یہ ہے کہ قرآن کی محافل میں شرکت کریں، جن علماء پر آپ کو اعتماد ہے ان سے راہنمائی لیں۔ بعض جگہوں پر خلاصہ مضامین قرآن کا اہتمام ہوتا ہے وہاں شرکت کریں۔ کئی جگہوں پر عصر کے بعد یا فجر کے بعد درس ہوتا ہے وہاں جائیں۔ تنظیم اسلامی اور قرآن اکیڈمیز کے زیر اہتمام دورۂ ترجمہ قرآن کا سلسلہ ہے، وہاں شرکت کرنے کے مواقع جن کو حاصل ہیں، وہ ان مواقع سے فائدہ اٹھائیں۔ جن کو ڈاکٹر اسرار احمدؒ سے اتفاق ہے وہ ان کا بیان القرآن سن لیں، 108 گھنٹوں کی آڈیوز ویڈیوز موجود ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ قرآن کو سمجھنے کی کوئی تو شکل ہو ورنہ ہم قرآن حکیم کو مس کر رہے ہیں۔ ہدایت کے لیے صرف سن کر چلے جانا کافی نہیں ہے۔ میں تلخ جملہ عرض کرتا ہوں کہ سن کر سنی (سُن) نہ ہو جائیں، تراویح میں قرآن سنا، تکمیل ہوئی، مٹھائی بانٹ دی اور چلے گئے لیکن معلوم نہیں ہم نے کیا پڑھا ہے۔ ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہم کیا مس کر رہے ہیں۔ قرآن پاک فرماتا ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ﴾

(البقرہ:278،279)

''اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور سود میں سے جو باقی رہ گیا ہے اُسے چھوڑ دو اگر تم واقعی مؤمن ہو۔ پھر اگر تم نے ایسا نہ کیا تو خبردار ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔''

دوسری جگہ فرمایا:

﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝﴾ (البقرہ)

''تو کیا تم کتاب کے ایک حصے کو مانتے ہو اور ایک کو نہیں مانتے؟ تو نہیں ہے کوئی سزا اس کی جو یہ حرکت کرے تم میں سے سوائے ذلّت و رسوائی کے دنیا کی زندگی میں۔ اور قیامت کے روز وہ لوٹا دیے جائیں گے شدید ترین عذاب کی

پریس ریلیز 22 اپریل 2022ء

بھارت میں سرکاری سرپرستی میں مساجد کو شہید کرنا بدترین ریاستی دہشت گردی ہے

شجاع الدین شیخ

بھارت میں سرکاری سرپرستی میں مساجد کو شہید کرنا بدترین ریاستی دہشت گردی ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ دہلی انتظامیہ کا جہانگیر پوری مسجد کو شہید کرنے کا عمل دنیا بھر میں مذہبی آزادی کا نعرہ لگانے والوں کے منہ پر طمانچہ ہے۔ علاوہ ازیں راجستھان میں دہشت گرد ہندو مسلمانوں کے مکانات کی توڑ پھوڑ کرتے رہے اور انہیں جلاتے رہے پھر یہ کہ ایک مسجد میں بھی گھس کر اُس کی بے حرمتی بھی کی لیکن مقامی انتظامیہ انہیں روکنے کی بجائے الٹا مسلمانوں پر تشدد کرتی رہی۔ یہ واقعات اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ بھارت ایک ہندوتوا ریاست بن چکی ہے اور انتہا پسند مودی حکومت کے زیر اہتمام بھارت کے طول وعرض میں مسلمانوں پر مظالم بڑھتے جا رہے ہیں۔ مودی سرکار اور اُس کی سرپرست آر ایس ایس بھارتی مسلمانوں کی نسل کشی کے درپے ہیں۔ اُنہوں نے سوال کیا کہ عالمی سطح پر اسلاموفوبیا کا نوٹس لینے کے باوجود دنیا بھارت کی اِن اسلام دشمن حرکتوں پر کیوں خاموش ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر عالمی برادری، خصوصاً مسلمان ممالک نے مل کر بھارت کی اپنے ہی مسلمان شہریوں کے خلاف اس انسانیت دشمن مہم کا خاتمہ کرنے کے لیے ٹھوس اقدامات نہ اُٹھائے تو بھارت میں ایک انسانی المیہ جنم لے سکتا ہے۔ جو عالمی سطح پر امن وامان کو تباہ کرسکتا ہے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

طرف۔اور اللہ تعالیٰ غافل نہیں ہے اُس سے جو تم کر رہے ہو۔‘‘

سورۃ البقرہ میں ہی آگے فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً ۪ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝۲۰۸﴾ (البقرۃ) ’’اے اہلِ ایمان! اسلام میں داخل ہو جاؤ پورے کے پورے۔اور شیطان کے نقشِ قدم کی پیروی نہ کرو۔وہ تو یقیناً تمہارا بڑا کھلا دشمن ہے۔‘‘

سورۃ آلِ عمران میں فرمایا:

’’ہر ذی نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے‘ اور تم کو تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ تو قیامت ہی کے دن دیا جائے گا۔تو جو کوئی بچا لیا گیا جہنم سے اور داخل کر دیا گیا جنت میں تو وہ کامیاب ہوگیا۔اور یہ دنیا کی زندگی تو اس کے سوا کچھ نہیں کہ صرف دھوکے کا سامان ہے۔‘‘ (آلِ عمران:185)

سورۃ النساء میں فرمایا:

﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ﴾ (النساء:19) ’’اور عورتوں کے ساتھ اچھے طریقے پر معاشرت اختیار کرو۔‘‘

پھر اسی سورت کی آیت 34 میں فرمایا:

﴿فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ﴾ (النساء: 34) ’’پس جو نیک بیویاں ہیں وہ اطاعت شعار ہوتی ہیں‘ غیب میں حفاظت کرنے والیاں‘ ’’اللہ کی حفاظت سے۔‘‘

اسی طرح سورۃ عبس میں فرمایا:

﴿یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ ۝۳۴ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ ۝۳۵ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ ۝۳۶﴾ (عبس) ’’اُس دن بھاگے گا انسان اپنے بھائی سے۔اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے۔اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے۔‘‘

اب ان کی تلاوت سے ثواب تو ملا لیکن کیا پتا چلا کہ ہم سے کیا کہا جا رہا ہے؟ بات تلخ ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ تلاوت کی جانے والی کتاب قرآن کریم ہے اور سب سے زیادہ بغیر سمجھے تلاوت کی جانے والی کتاب بھی قرآن حکیم ہے۔کیا ہم ظالم نہیں ہیں؟ ظلم کا مطلب بہت سے اعتبارات سے ہے، کسی شے کو اس کے مقام سے ہٹا دینا بھی ظلم کا ہے۔ہم دنیا کی ہر شے سمجھ کر پڑھتے ہیں، انگریزی ہم نے سیکھی لیکن قرآن پاک کے لیے ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔یہ ظلم ہے۔کیونکہ جو اہمیت قرآن کو دی جانی چاہیے وہ نہیں دی جا رہی ہے۔بہرحال ماہِ رمضان میں ہم یہ مس کر رہے ہیں۔اسی وجہ سے تبدیلی نہیں آ رہی۔ملک میں سیاسی گرمی بہت ہے، جو لوگوں کی زبانوں پر تبصرے ہیں، جو لوگ سوشل میڈیا پر شیئرنگ کر رہے ہیں۔حتیٰ کہ دینی حلقے کے گروپ میں جو زبان چل رہی ہے۔اللہ کی پناہ۔اللہ کے بندو! یہ سیاسی اکھاڑ پچھاڑ ہے، اس میں آپ کو تبصرہ کرنے کا حق ہے مگر گالیاں دینے، تذلیل کرنے اور آبرو سے کھیلنے کا حق نہیں ہے۔ہمارے اخلاق کا بیڑا غرق ہو گیا کیونکہ اتنا قرآن نہیں کھولا جتنا سمارٹ فون کھولا ہوا ہے، اتنا ٹیکسٹ قرآن کا نہیں پڑھا جاتا جتنا یہ مغلظات اور بکواس پر مبنی چیزیں پڑھی جا رہی ہیں اور دوسری طرف رمضان المبارک کا مہینہ ہے۔ہم کیوں تبدیل نہیں ہو رہے۔اصل تبدیلی اللہ کے رسول ﷺ قرآن کے ذریعے لے کر آئے تھے۔مکہ کے تیرہ برس میں محمد رسول اللہ ﷺ نے قرآن سے جماعت تیار کی، پھر وہ جماعت بدر میں اُتری ہے تو اللہ کی نصرت ان کے ساتھ تھی۔ہم 75 سال سے لگے ہوئے ہیں، کبھی فوجی آ جاتے ہیں، کبھی سیاستدان آ جاتے ہیں۔حقیقی تبدیلی اس فرسودہ نظام سے نہیں آ سکتی بلکہ حقیقی تبدیلی رسول اللہ ﷺ کے منہج سے آئے گی، اس منہج کی جڑ اور بنیاد میں قرآن حکیم شامل تھا۔

نصف رمضان گزر چکا ہے اگر ہم نے قرآن حکیم سے تعلق قائم نہ کیا اس کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی تو نہ ہماری زندگیاں بدلیں گی اور نہ اس ملک کا مقدر بدلے گا۔اللہ تو کہتا ہے:

’’اور جس نے میری یاد سے اعراض کیا تو یقیناً اس کے لیے ہوگی (دنیا کی) زندگی بہت تنگی والی‘ اور ہم اٹھائیں گے اسے قیامت کے دن اندھا (کر کے)۔وہ کہے گا: اے میرے پروردگار! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا ہے‘ جبکہ میں (دنیا میں) تو بینائی والا تھا۔اللہ فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری آیات تمہارے پاس آئیں تو تم نے انہیں نظر انداز کر دیا‘ اور اسی طرح آج تمہیں بھی نظر انداز کر دیا جائے گا۔‘‘ (طٰہٰ :124 تا 126)

تمہارے پاس میرے کلام کے لیے وقت نہیں میرے پاس تمہارے لیے رحمت کا کوئی حصہ نہیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کا کلام کہہ رہا ہے۔اللہ تعالیٰ اس برے انجام سے ہماری حفاظت فرمائے۔خدارا! جہاں جہاں قرآن حکیم کی محافل ہیں وہاں خود بھی جائیے، اپنے بچوں کو لے کر جائیے۔گھروں میں انتظام ہو سکتا ہے، پڑھ کر سنایا جا سکتا ہے۔آڈیو سنایا جا سکتا ہے، ویڈیو سنایا جا سکتا ہے، خدارا! کوئی شکل اختیار کریں۔ورنہ اگر رمضان میں قرآن نہ کھولا اور نہ سمجھا اور اس سے ہدایت لینے کی کوشش نہیں کی تو پھر آخر کب لیں گے۔یہ بڑی ناقدری ہے۔اگر دل میں کبھی احساس پیدا ہو تو فوری طور پر، ابھی جاتے جاتے سورۃ الفاتحہ کا ترجمہ پڑھ کر چلے جائیے۔دس دفعہ پڑھیں گے نماز میں تھوڑی سی بہتری آ جائے گی۔پھر کوشش کریں کہ قرآن کی محافل، دورۂ ترجمہ قرآن، درسِ قرآن وغیرہ میں شرکت ابھی سے شروع کر دیں تاکہ ہم بہتر رمضان شریف گزار سکیں۔اگر یہ کریں گے تو بشارتیں ہیں۔رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

’’تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور اسے (دوسروں کو) سکھائے۔‘‘

اسی طرح رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: اگر کوئی ایک آیت قرآن کریم کی سمجھ کر پڑھتا ہے تو سو رکعت نفل سے زیادہ افضل ہے۔اسی طرح حضور ﷺ فرماتے ہیں:

’’جب اللہ کے بندے کسی جگہ جمع ہوں یعنی مسجد وغیرہ میں اور قرآن کا سیکھنا سکھانا ان کا مقصود ہوتا ہے تو اللہ ان کو چار رحمتیں عطا کرتا ہے، اللہ اپنی رحمت سے ان کو ڈھانپ لیتا ہے، اللہ کے فرشتے ان کا احاطہ کرتے ہیں، اللہ ان کو سکینت عطا فرماتا ہے، اور پھر اللہ ایسے بندوں کا ذکر اپنے مقرب فرشتوں کے سامنے کرتا ہے کہ دیکھو میرے بندے میرے کلام کے لیے جمع ہو گئے ہیں۔‘‘

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ’’جو قرآن پاک میں مشغول رہا یعنی تلاوت، ترجمہ، تشریح وغیرہ۔سمجھنے میں لگا رہا اور دعا نہ کر سکا، اللہ ایسے شخص کو بغیر مانگے مانگنے والوں سے بڑھ کر عطا فرمائے گا۔‘‘

اللہ کی ذات بڑی غیور ہے، بندہ اس کے کلام کے ساتھ وقت لگائے تو اللہ خالی ہاتھ نہیں جانے دیتا۔اللہ تعالیٰ ہماری کوتاہیاں معاف فرمائے اور قرآن پاک سے تعلق کی مضبوطی عطا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

❀❀❀

ادارہ ’’ندائے خلافت‘‘ کی جانب سے قارئین کو

عید الفطر مبارک ہو!

قارئین نوٹ فرما لیں کہ عید کی تعطیلات کی وجہ سے ادارہ کے دفاتر بند رہیں گے۔

بنابریں ’’ندائے خلافت‘‘ کا اگلا شمارہ عید کے بعد شائع ہوگا۔

ہماری لوگوں سے اپیل ہے کہ وہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ یوٹیوب چینل کی بندش کے حوالے ٹیکنیکل مدد بھی کریں اور ہمارے لیے دعائے خیر بھی کریں: آصف حمید

ڈاکٹر اسرار احمدؒ جیوش ورلڈ آرڈ کو چیلنج کرتے ہوئے اسلامی نظام کی بات کرتے تھے اس لیے ان پر پابندی لگائی گئی: ڈاکٹر محمد عارف صدیقی

ڈاکٹر اسرار احمدؒ یوٹیوب چینل کی بندش پر اہل اسلام کی طرف سے جتنا ری ایکشن ضروری تھا اتنا نہیں کیا گیا: اوریا مقبول جان

ڈاکٹر اسرار احمدؒ یوٹیوب چینل کا متبادل حل سیٹلائیٹ چینل ہے جس پر دین کی اشاعت کا کام جاری رہ سکتا ہے: ڈاکٹر محمد حماد لکھوی

ڈاکٹر اسرار احمدؒ یوٹیوب چینل کی بندش کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: کیا آپ نے ڈاکٹر اسرار احمدؒ کو کبھی کسی مذہب یا فرقے کے خلاف کوئی بات کرتے دیکھا؟

ڈاکٹر محمد عارف صدیقی: میں نے جب بھی ان کو دیکھا تو انہوں نے قرآن وحدیث کو کوٹ کیا، تاریخ سے واقعات اٹھا کے ہمارے سامنے رکھے جن کی قرآن وحدیث سے سپورٹ ہوتی ہے

اوریا مقبول جان: ڈاکٹر صاحب کا بنیادی موضوع قرآن وحدیث کی روشنی میں موجودہ دور کی تعبیرات تھیں اور یہ موضوع صرف مسلمانوں کا نہیں بلکہ یہ تینوں ابراہیمی مذاہب کا ہے اور یہ مذاہب اس کے اوپر آج تک گفتگو کرتے چلے آئے ہیں۔ اب اس موضوع پر سائنس دان بھی بات کرتے ہیں کہ یہ دنیا تباہ وبرباد ہونے والی ہے۔ ڈاکٹر صاحبؒ قرآن وحدیث کی روشنی میں آخری جنگوں کی بات کرتے تھے جو یہود ونصاریٰ کے درمیان لڑی جانی ہیں۔ یہ موضوع ایسا ہے کہ جس کو وہ hate speech کے طور پر لیتے ہیں کیونکہ وہ اس ایشو کے اوپر اپنا نقطۂ نظر دنیا پر مسلط کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے خود ایسی پابندیوں کو بھگتا ہے۔ میں نے ناروے میں فتن (الملحمۃ الکبریٰ) کے موضوع پر تقریر کی تھی جس کا انگریزی ترجمہ کر کے دنیا میں پھیلایا اور اس کو hate speech قرار دے کر میرے اوپر ان ممالک میں پابندی لگا دی گئی۔ ڈاکٹر صاحب کے خلاف جو مہم چلائی گئی ہے وہ بھی اس بنیاد پر چلائی گئی ہے کہ وہ علمی بنیادوں پر مستقبل کے حالات بیان کرتے تھے۔ حالانکہ یہ چیز ہیٹ سپیچ کے زمرے میں نہیں آتی۔ خود یورپ میں سوائے کیتھولکس کے ہر کوئی اس موضوع پر گفتگو کرتا ہے کہ آنے والے وقت میں یہ یہ ہونے والا ہے، فلاں نشانیاں پوری ہو رہی ہیں وغیرہ۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ چینل پر پابندی لگانا ناانصافی ہے۔ اس معاملے میں مسلمانوں کا بھی قصور ہے۔ کیونکہ فیس بک پر کسی ویڈیو پر اگر ایک ہزار بندے نے اعتراض کر دیا تو اس کو بند کر دیا جاتا ہے لیکن ہمارے کروڑوں مسلمان چپ بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ فیڈ بیک دیں اور پھر ری ایکٹ بھی کریں۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ یوٹیوب چینل کی بندش پر ری ایکشن جتنا ضروری تھا اتنا نہیں کیا گیا۔

مرتب: محمد رفیق چودھری

ڈاکٹر محمد حماد لکھوی: ڈاکٹر صاحب بنیادی طور پر قرآن کے استاد تھے۔ قرآن مجید کا ایک باقاعدہ علم ”علم مخاصمہ“ بھی ہے جس میں ان باطل فرقوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو نبی اکرم ﷺ کے دور میں موجود تھے، قرآن نے ان کے باطل عقائد کی نشاندہی بھی کی ہے، ان کی اصلاح بھی کی ہے اور پھر ان کو دعوت دین بھی دی ہے۔ یہ تینوں کام قرآن حکیم کے اندر قیامت تک کے لیے موجود ہیں۔ نزول قرآن کے وقت عرب میں چار فرقے موجود تھے: یہود، نصاریٰ، مشرکین اور منافقین۔ لہٰذا جب کوئی قرآن پڑھائے گا تو ان کا ذکر ضرور ہوگا لیکن قرآن کسی کو مخاطب کر کے یہ نہیں کہتا کہ تم ایسے ہو بلکہ قرآن ایک کردار بیان کرتا ہے اور پھر اپنی ایک رائے بھی دیتا ہے۔ مثال کے طور پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَّعۡنَتَ اللّٰهِ عَلَى الۡكٰذِبِيۡنَ ۝۶۱﴾ ”لعنت کریں اللہ اُن پر جو جھوٹے ہیں۔“

اب جو جھوٹے ہوں گے ان کے اوپر لعنت ہوگی۔ قرآن یہ نہیں کہتا کہ فلاں علاقے یا فلاں گروہ کے لوگ جھوٹے ہیں۔ اب جو جھوٹا ہوگا وہ لازمی کہے گا کہ قرآن نے میرے اوپر الزام لگا دیا اور اس کو ہیٹ سپیچ کہے گا۔ لہٰذا ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا پورا کا پورا موقف قرآن کے عین مطابق ہے کیونکہ قرآن کا چاروں گروہوں سے مخاصمہ والا اسلوب موجود ہے۔ یہود یا نصاریٰ کو اگر کوئی اعتراض ہے تو وہ ڈاکٹر صاحب پر نہیں ہے بلکہ قرآن پر ہے۔

سوال: آپ نے کہا کہ قرآن میں چار طبقات کو مخاطب کیا گیا ہے، مذہبی اعتبار سے اس میں کوئی غلط بات نہیں ہے لیکن کیا قانونی اور اخلاقی اعتبار سے غلط ہے؟

ڈاکٹر محمد حماد لکھوی: اصل میں بات کردار کی ہے، قرآن کردار کی نشاندہی کرتا ہے۔ قرآن نے سورۃ المائدہ میں عیسائیوں کی تعریف بھی کی ہے اور کچھ خصوصیات بھی گنوائی ہیں کہ جو ان خصوصیات کے حامل ہوں گے اُن کا معاملہ الگ ہے۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ دور نبوی اور موجودہ دور کے اہل کتاب میں فرق ہے اور قرآن کے مخاطب اہل کتاب اُس دور کے تھے آج کے نہیں ہیں۔ لیکن آج کے دور میں بھی اگر کسی کا کردار اس طرح کا ہوگا جو نبی اکرم ﷺ کے دور میں تھا تو قرآن کا فرمان اس کے اوپر بھی اپلائی ہوگا۔ لیکن مغرب کا معیار دہرا ہے۔ ایک طرف آزادی اظہار رائے کی بات کی جاتی ہے اور دوسری طرف قرآن کی دعوت پر پابندی لگائی جاتی ہے۔ جبکہ اسی قرآن کی جب مغرب میں بے حرمتی کی جاتی اور نبی اکرم ﷺ کی گستاخی کا معاملہ سامنے آتا ہے تو مغرب خاموش رہتا ہے۔ حالانکہ نبی اکرم ﷺ مسلمانوں کے خیال کے مطابق نہیں بلکہ غیر مسلم

سیرت نگاروں کے مطابق بھی تاریخ انسانی کی سب سے زیادہ محترم شخصیت ہیں۔ ڈاکٹر مائیکل ہارٹ نے سو لوگوں کی فہرست بنائی تو نمبر ایک پر نبی اکرم ﷺ کو رکھا۔ ایسی شخصیت جو پوری دنیا کی محترم ترین شخصیت ہے۔ اُن کی تعلیم کے حوالے سے مغرب کا کوئی قانون نہیں تو یہ دہرا معیار ہے۔

سوال: ڈاکٹر اسرار احمدؒ یوٹیوب چینل پر پابندی کے پیچھے ایک پوری مہم تھی جو یہودی جریدہ ”دی جیوش کرانیکل“ نے شروع کی۔ اس جریدے کی کیا تاریخ ہے؟

ڈاکٹر محمد عارف صدیقی: اس جریدے کا اجراء 1841ء میں ہوا۔ یہ ایک ہفتہ وار اخبار ہے جو جمعہ کے دن شائع ہوتا ہے۔ جدید صیہونیت کے بانی تھیوڈر ہرزل کا یہ پسندیدہ ترین اخبار تھا۔ جولائی 2017ء میں اس اخبار نے اپنا نام بدل لیا اب اس کا نام ہے Pittsburgh: Jewish Chronicle ہے۔ اس جریدے کا پروپیگنڈا یہودیوں کے حق میں اور مسلمانوں کے خلاف اس سطح پر ہے کہ دسمبر 2019ء میں اس اخبار نے اسلاموفوبیا کو ایک ڈھونگ قرار دیا۔ یہ اخبار کئی مالی اداروں اور دوسرے تھنک ٹینکس کے تعاون سے چلتا ہے جو بنیادی طور پر یہودی مفادات کا تحفظ کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ ہمارے وزیر خارجہ نے سی این این کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا تھا کہ Israel has a deep pockets تو سی این این کی اینکر نے اسی وقت حق نمک ادا کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہ Anti semitic بیان ہے۔ بہرحال یہ اخبار ایک متعصب اخبار ہے جو صیہونیوں کے مفادات اور مسلمانوں کے خلاف کام کرتا ہے۔

سوال: یوٹیوب یا دوسرے سوشل میڈیا پیجز پر رسولوں کی شان میں گستاخی کرنے والوں پر بھی کوئی قدغن نہیں لگائی جاتی لیکن یہودی اپنے خلاف بات کو قطعاً برداشت نہیں کرتے، ایسا کیوں ہے؟

اوریا مقبول جان: یہودیوں نے گزشتہ ایک صدی کے اندر پوری دنیا کے وسائل بالخصوص معاشی وسائل، پھر میڈیا اور سیاست کو کنٹرول کر کے دکھایا ہے۔ امریکہ کا کوئی صدر یہودی میڈیا اور یہودی مال کے بغیر جیتنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اصل میں اس پورے پراسس میں انہوں نے کچھ الفاظ تخلیق کیے ہوئے ہیں جن کی آڑ لے کر وہ شکار کھیلتے ہیں۔ جیسا کہ ایک ”ومن رائٹس“ کا لفظ ہے آپ اس کی بنیاد پر طالبان حکومت کے خلاف، کسی بھی مسلمان حکومت کے خلاف کچھ بھی کہہ دیں۔ اسی طرح ہولوکاسٹ کا لفظ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس پورے واقعہ پر جو ہم نے ایک بنا دیا ہے اس پر سوال بھی نہیں کھڑا کر سکتے۔ جرمنی کے ایک آدمی نے کینیڈا میں ہولوکاسٹ پر بات کی اس کو کینیڈا نے تین سال قید کی سزا دی اور پھر آسٹریلیا بھیج دیا، اس نے بھی اس کو پندرہ سال سزا دی اور جب وہ جرمنی گیا تو جرمنی نے بھی اس کو سزا دی۔ اصل میں اس کے پیچھے اسرائیل کی طاقت کا بھی بہت بڑا کردار ہے۔ اس وقت دنیا میں سب سے زیادہ اسلحہ فروخت کرنے والا ملک اسرائیل ہے۔ پچھلے سال اس نے سات بلین ڈالر کا اسلحہ بیچا۔ 87 فیصد ڈرون اسرائیل میں بنتے ہیں، برطانیہ اور فرانس اسرائیل سے ڈرون لیتے

> **57 مسلم ممالک اگر متحد ہو جائیں تو پوری دنیا کا مقابلہ کر سکتے ہیں، ان کے پاس اللہ کا دیا ہوا سب کچھ ہے**

ہیں۔ جس دن یہودی چاہیں گے وال سٹریٹ بند کر دیں گے، اپنا کمپیوٹر اٹھائیں گے اور یروشلم میں کھول لیں گے۔ جس دن وہ چاہیں امریکہ کی مین پاور کو زیرو کر سکتے ہیں اور انہوں نے سوویت یونین کے ساتھ یہ کر کے دکھایا کہ فیکٹریاں چل رہی ہیں، کھیت کھلیان آباد ہیں لیکن سوویت یونین ٹوٹ کر بکھر جاتا ہے۔ اصل میں دیکھنا یہ ہے کہ ہم نے کیسے لڑنا ہے۔ اتنی بڑی مسلم امہ ہے اور دنیا کے وسائل جتنے مسلمانوں کے پاس ہیں اتنے کسی دوسرے ملک کے پاس نہیں ہیں لیکن ہمارے اندر پھر بھی کمی ہے۔ چین ہمارے ساتھ ہے، وہاں جمہوریت نہیں ہے لیکن ہم روز پاکستان میں جمہوریت کا رونا روتے ہیں۔ پھر چین کی معیشت دنیا کی سب سے زیادہ کمزور معیشت تھی لیکن انہوں نے ترقی کی ہے اور آج ان کے پاس اپنا میڈیا ہے، ان کو ضرورت ہی نہیں ہے کہ وہ کوئی چیز یورپ سے حاصل کریں۔ ہم کچھ نہیں کر سکے۔ 1974ء میں شاہ فیصل نے تیل کا ہتھیار استعمال کیا تو رجیم تبدیل ہوگئی اور شاہ فیصل کو انہوں نے شہید کر دیا۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہم صرف احتجاج کرتے ہیں کہ ہمارا یوٹیوب چینل بند ہو گیا بلکہ ہمیں مسلم امت کو باور کرانا چاہیے کہ کل تم آخرت میں جوابدہ ہوگے۔ اگر یہ چینل بند ہوا ہے تو ایک ارب ستر کروڑ مسلمانوں میں سے صاحب حیثیت لوگ جوابدہ ہیں۔ میڈیا یہودی کی دوکان ہے وہ جس کو چاہیں گے مال بیچیں گے اور جس کو چاہیں گے مال نہیں بیچیں گے۔ مسئلہ امت مسلمہ کا ہے۔ اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس وسائل نہیں ہیں، صلاحیت نہیں ہے، ہم کر کچھ نہیں سکتے تو یہ بالکل جھوٹ ہے بلکہ ہمارے نزدیک یہ ترجیح میں ہی نہیں ہے۔ اصل میں اُمت مسلمہ کو تقسیم کر کے اس کی طاقت کو نچوڑ لیا گیا ہے۔ 57 مسلم ممالک اگر متحد ہو کر ایک بلاک بنالیں تو پوری دنیا کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔

سوال: اسلام کے خلاف بات کرنے والے کسی گستاخ کا دنیا میں کبھی کوئی چینل بند ہوا ہے یا صرف مسلمان ہی نشانہ ہیں؟

ڈاکٹر محمد حماد لکھوی: اس کا جواب اوریا مقبول صاحب نے دے دیا کہ جس کی دکان ہے وہ جس کو چاہے دے جس کو چاہے نہ دے۔ اصل میں بات وہی ہے کہ امت نے اکٹھا ہونا ہے یا نہیں ہونا اور اس نے سٹیٹ لیول پر کوئی کام دین کے لیے کرنا ہے یا نہیں کرنا۔ اگر ہم تاریخ دیکھیں تو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد دین کوئی سیاسی سرپرستی میں نہیں پھیلا بلکہ لوگوں نے انفرادی لیول پر اس کو پھیلایا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی اگر ہم بات کرتے ہیں تو اس لیے کرتے ہیں کہ امت کی ایک توانا آواز وہ ہیں اور یہ کوئی سیاسی سرپرستی میں نہیں ہو رہا یا یہ کوئی حکمرانوں کی سرپرستی میں نہیں ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے دین کی خدمت کے لیے پوری زندگی لگائی ہے۔ اللہ ان کو اجر دے۔ اس طرح بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو دین کی اشاعت کے لیے اپنی پوری زندگی لگائے ہوئے ہیں اور ہمارا تاریخی ورثہ یہی ہے۔ آج اگر ہماری 57 ریاستیں اکٹھی ہو بھی جائیں تو مجھے نہیں لگتا کہ یہ کوئی دین کی اشاعت کا کام کریں گے کیونکہ یہ ہمارا فوکس ہی نہیں ہے۔ پاکستان کی مثال لے لیجیے! یہاں سرکاری سطح پر دین کی اشاعت کے لیے کتنا کام ہو رہا ہے؟ لہٰذا یہ کام ہمیں انفرادی سطح پر ہی کرنا پڑے گا اور اسی طرح کیا جا سکتا ہے۔ میرے ذہن میں اس کا حل سیٹلائیٹ چینل ہے جس میں آپ آہستہ آہستہ ساری چیزیں لے کر آ سکتے ہیں۔ مسلمان کا ٹارگٹ ویورز اکٹھے کرنا نہیں ہوتا بلکہ اللہ کو راضی کرنا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ دین پھیلانے والے لوگوں

کے ساتھ ہی راضی ہوتا ہے۔ اگر ہم اپنا ٹارگٹ اور فوکس واضح رکھیں تو میرا نہیں خیال کہ اس کا کوئی نقصان ہوگا۔ آئے روز تو فیس بک پیج اڑا دیتا ہے اور یہ صرف ڈاکٹر صاحب کے ساتھ نہیں ہوا بلکہ اور لوگوں کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور یہ ہوتا رہے گا۔ انہوں نے یہ کرنا ہے اور ہم نے یہ کبھی نہیں سمجھنا کہ ہمارا یوٹیوب چینل بند ہوگیا ہے تو ہمارے دین کی اشاعت بند ہوجائے گی وہ کبھی بند نہیں ہوگی۔

سوال: ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اپنی پوری زندگی قرآن کی تعلیمات عام کرنے میں صرف کیے رکھی۔ مختلف شہروں میں انجمن خدام القرآن اور قرآن اکیڈمیز بنائیں، ان کا لقب خادم القرآن تھا۔ دوسرے لوگ بھی ہیں جنہوں نے دین کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کیا ہے اور یقیناً وہ دین کا کام کر رہے ہیں لیکن پابندی صرف ڈاکٹر اسرار احمدؒ پر لگی ہے کیا یہ میڈیا میں دین کے خادموں پر پابندیوں کا سلسلہ تو شروع نہیں ہو رہا؟

ڈاکٹر محمد عارف صدیقی: یہود کو اس اسلام سے تکلیف ہے جو نظام بدلنے کی بات کرتا ہے اور ڈاکٹر صاحب نظام، ریاست، اقتدارِ اعلیٰ کی بات کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے جب سود کے خلاف مہم چلائی تو انہوں نے بنیادی طور پر پوری دنیا کے معاشی نظام کو چیلنج کیا ہے اور یہودی آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کے ذریعے پوری دنیا کی معیشت کو اپنے قبضے میں جکڑے ہوئے ہیں اور ان کا نظام سود پر مشتمل ہے۔ افغانستان پر بمباری اس لیے کی گئی تھی کہ وہ ان کے سودی نظام کو نہیں مان رہے تھے۔ اسی طرح ڈاکٹر صاحب جب جمہوریت کے خلاف بات کرتے ہیں تو وہ ون ورلڈ آرڈر (جیوش ورلڈ آرڈر) کے خلاف بات کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب تو نظام کی بات کرتے ہیں۔ یہود، ہنود، نصاریٰ کو اسلام بحیثیت مذہب کے تصور سے قطعاً کوئی تکلیف نہیں ہے۔ اس طرح کے اسلام کی تبلیغ کے لیے وہ آپ کو ہر طرح سے سہولت بہم پہنچائیں گے لیکن جب آپ اسلام کو بطور نظام نافذ کرنے کی بات کریں گے تو ان کو تکلیف ہوگی۔ اسی طرح آپ فرقہ واریت پھیلانا شروع کر دیں تو آپ کا چینل کو ریچ میں آگے ہوگا اور وہ راتوں رات پروموٹ ہوجائے گا۔ چونکہ ڈاکٹر صاحب اسلام کو بطور نظام نافذ کرنے اور اتحاد امت کی بات کرتے ہیں اس لیے ان پر پابندی لگادی گئی کیونکہ یہ ان کے ایجنڈے کے خلاف بات ہے۔ مغرب کے قانون کے مطابق یہ جرم ہے۔ ڈرونز، بمز کے ذریعے جمہوریت نافذ کی جاسکتی ہے لیکن شریعت نہیں نافذ کی جاسکتی۔ کیونکہ امریکہ ومغرب کا قانون ہے کہ شریعت نافذ کرنا جرم ہے۔ اقوام متحدہ بھی یہی کہتا ہے کہ مذہب سیاست میں ایگزسٹ نہیں کرتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اب میڈیا میں اسلام کی اشاعت پر مکمل پابندی کی طرف بات بڑھ رہی ہے جس کا پہلا قدم ڈاکٹر اسرار احمدؒ پر پابندی ہے۔ اس وقت دنیا کو معاشی طور پر شکنجے میں لینے کا پروگرام بن رہا ہے، ڈیجیٹل کرنسی عام ہو رہی ہے۔ آپ کو بلاکس کی زنجیروں میں باندھ دیا جائے گا۔ آپ کی معیشت اور کمیونیکیشن کو مکمل کنٹرول میں کیا جائے گا۔ جو بندہ ان کی ٹیکنالوجی استعمال کرے گا وہ ان کی گرفت میں ہوگا یعنی وہ ٹیکنالوجی اور کمیونیکیشن کے ذریعے آپ کے گرد جال بن رہے ہیں۔ آپ ان کے ٹولز کمیونیکیٹ کریں گے تو آپ ہر وقت ان کے ٹریس میں ہوں گے۔ آج اگر ہم نے بالخصوص صاحب استطاعت لوگوں نے قدم نہ اٹھایا تو ہم اپنے آپ کو طاغوت کی غلامی میں دے دیں گے۔

سوال: اگر ان پابندیوں کا آغاز ہوگیا ہے تو اب ہمارے پاس سوشل میڈیا پر دین کی نشر واشاعت کے متبادل ذرائع کون سے ہیں؟

اوریا مقبول جان: متبادل ذرائع ہمیں بنانے پڑیں گے۔ اقبال کہتا ہے:

صنوبر باغ میں آزاد بھی ہے، پا بہ گِل بھی ہے
اِنھی پابندیوں میں حاصل آزادی کو تُو کرلے

آج سے چار پانچ سال پہلے تک سیٹلائیٹ سسٹم پر امریکہ کا قبضہ تھا اور وہ مزے سے بیٹھا تھا۔ چار پانچ سال پہلے چین نے کہا کہ ہمارا سیٹلائیٹ خراب ہوگیا ہے تو اس نے نیچے سے خراب سیٹلائیٹ کو تباہ کرنے کے لیے ایک مصنوعی سیارہ بھیجا۔ یہ بنیادی طور پر امریکہ کو بتانا تھا کہ ہم سیٹلائیٹ کو بھی تباہ کر سکتے ہیں اب تمہاری سپر میسی نہیں رہی۔ یہ اس ملک نے کیا جس کے پاس تیل، معدنیات کچھ بھی نہیں ہے صرف مین پاور کو استعمال کیا۔ اصل میں چین میں ایک قوم بنائی گئی حالانکہ وہ ایگزسٹ ہی نہیں کرتی تھی اس کے مقابلے میں ہماری امت ایگزسٹ کرتی ہے لیکن ہم نے امت کو اکٹھا کرنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ ہم میڈیا کے اوپر اپنا سکہ جما سکتے ہیں۔ کیا ہمارے بزنس مین یا تعلیمی ادارے چلانے والے چینل نہیں کھولتے؟ سیٹلائیٹ سسٹم بنانا کوئی اتنا مشکل کام نہیں ہے۔ ٹیکنالوجی ساری کی ساری کسی کی پراپرٹی نہیں ہوتی۔ ہماری تاریخی روایت یہی ہے کہ ٹیکنالوجی کوئی بنائے استعمال ہم نے کرنا ہے۔ ہمارا تصور تو یہ ہے کہ دنیا کے وسائل اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے بنائے ہیں اور اللہ پر توکل کر کے ہم نے استعمال کرنا ہے۔ اس وقت بھی میڈیا اگر کوئی دوسرا چلا رہا ہے تو کل ہمارا بھی ہوسکتا ہے اور ہم آزاد میڈیا بھی چلا سکتے ہیں۔

سوال: ڈاکٹر اسرار احمدؒ آفیشل چینل پر پابندی کے معاملے کو آپ نے کیسے ٹیک اپ کیا ہے اور آپ اس حوالے سے کوئی قانونی چارہ جوئی کر رہے ہیں؟

آصف حمید: ہماری ٹیم کو جیسے ہی اس چینل کی بندش کا پتا چلا تو ہم نے یوٹیوبرز سے مشورہ کر کے فوری طور پر ایک اپیل درج کروائی کہ ہمارا چینل کیوں بند کیا گیا ہے؟ بعد میں تفصیلات سامنے آئیں تو ہم نے ایک مفصل اپیل دائر کی۔ جس میں ہم نے واضح کیا کہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی ویڈیوز علمی نوعیت کی ہیں اور یہ تعلیمی مقصد کے لیے ہیں ان میں کسی کو یہ نہیں کہا گیا کہ کوئی قانون ہاتھ میں لے۔ ان میں تینوں ابراہمک مذاہب کے اسکرپچرز کے مطابق ہی بات کی گئی۔ اس میں سب سے زیادہ content اسلام کے حوالے سے ہے کیونکہ ڈاکٹر صاحب نے قرآن واحادیث کی روشنی میں گفتگو کی ہے۔ لہٰذا اس کو ہیٹ سپیچ قرار دینا غلط ہے۔ اس اپیل کا جواب ابھی ان کی طرف سے نہیں آیا۔ پھر ہم نے لوگوں سے درخواست کی کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس معاملے میں آسانی فرمائے اور وہ بھی ٹویٹر پر ایک رائے عامہ کو ہموار کریں تاکہ یوٹیوب سے کہا جائے کہ اس چینل کو دوبارہ بحال کیا جائے۔

سوال: کیا اب ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے چاہنے والے ان کے دروس قرآن سے فیض یاب نہیں ہوسکیں گے؟

آصف حمید: قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ⑧﴾ (الصف)
''وہ تلے ہوئے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ (کی پھونکوں) سے بجھا کر رہیں گے، اور اللہ اپنے نور کا اتمام فرما کر رہے گا خواہ یہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔''

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

پہلے بھی ڈاکٹر صاحب کی بے تحاشا آڈیو کیسٹس دنیا میں پھیلیں اس کے بعد ویڈیو کیسٹس پھیلیں ۔ پھر سی ڈیز بے تحاشا دنیا میں پھیلیں اور پھر ڈی وی ڈیز بھی پھیلیں اور ہزاروں لوگوں نے خود ان کو کاپی کر کے دنیا میں پھیلایا۔ سوشل میڈیا پلیٹ فورم پر بھی ڈیٹا موجود ہے۔ الحمدللہ۔ آفیشل چینل کا ڈیٹا تو ختم ہو گیا لیکن اس کا بیک اپ وغیرہ موجود ہوتا ہے جس کو ایک بہتر لیول پر اپ لوڈ کرنے کا کام جاری ہے۔ اس وقت یوٹیوب پر دوسرے چینلز موجود ہیں جن میں ڈاکٹر صاحب کی تقاریر وغیرہ دستیاب ہیں جن میں بیان القرآن چینل، منتخب نصاب چینل، پیغام اسرار اور آسک ڈاکٹر اسرار چینل شامل ہیں۔ پھر درج ذیل ویب سائٹس پر بھی مواد دستیاب ہوگا:

www.tanzeem.org

www.drisrar.com

اس کے علاوہ دوسرے پلیٹ فارمز بھی دستیاب ہیں جن پر ہم آگاہی بھی دیتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ! لوگوں سے یہی گزارش ہے کہ ٹیکنیکلی طور پر مدد کریں اور ہمارے لیے دعائے خیر کریں۔

سوال: دنیا میں دین کا کام مختلف طریقوں سے ہو رہا ہے لوگ بستر اٹھائے ہوئے تبلیغ کے لیے نکل رہے ہیں۔ لیکن ایک دینی چینل بنانے کے لیے ہمارے دینی مزاج رکھنے والے لوگوں اور جماعتوں کا فوکس کیوں نہیں ہوتا؟

ڈاکٹر محمد حماد لکھوی: قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا ط﴾ (البقرۃ:286)

’’اللہ تعالیٰ نہیں ذمہ دار ٹھہرائے گا کسی جان کو مگر اس کی وسعت کے مطابق۔‘‘

جن لوگوں کے پاس یہ صلاحیت ہے، وسائل ہیں اور وہ چینل بنا سکتے ہیں لیکن وہ نہیں بنا رہے ہیں تو ان سے قیامت والے دن پوچھا جائے گا اور ہر شخص کی جوابدہی اس کی صلاحیت کے مطابق ہوگی۔ چینل بند ہونے سے ہمیں اپنے حوصلے پست نہیں کرنے چاہئیں اور نہ ہی جارحانہ ہونا چاہیے۔ ہم ان کے جتنے ٹولز استعمال کر سکتے ہیں ہمیں کرتے رہنا چاہیے ہم نے دین کا کام ہر حالت میں کرنا ہے۔ کسی نے کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھانا۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿اَلَّا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ﴿۳۸﴾﴾ (النجم) ’’کہ نہیں اٹھائے گی کوئی جان کسی دوسری جان کے بوجھ کو۔‘‘

ہم نئے چینل بنائیں اور ساتھ ساتھ وسائل پیدا کرنے کی کوشش کریں، ہم نے ہمت نہیں ہارنی۔ نبی اکرم ﷺ کی احادیث کو سامنے رکھیں تو یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ آج کی دنیا میں طاغوتی قوتیں سارا کچھ دجال کے لیے سیٹ کرنے کی غرض سے مصروف ہیں۔ اور آپ ﷺ نے دجال کو تاریخ انسانی کا سب سے بڑا فتنہ قرار دیا ہے۔ کیونکہ سارے وسائل اس کے کنٹرول میں آ جائیں گے۔ ہم نے اس وقت کیا کرنا ہے۔ صحابہ کرام ؓ نے پوچھا تھا کہ اگر سب کچھ دجال کے کنٹرول میں چلا جائے گا تو ہم کیا کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ تمہیں لا الٰہ الا اللہ، سبحان اللہ اور الحمدللہ کہنا ہی کافی ہو جائے گا۔ اس کا مطلب ہے کہ ہماری ٹریننگ ایسی ہو کہ ہم ان مادی وسائل کے اوپر بھروسا نہ کریں بلکہ اپنی روحانیت اور ایمان پر بھروسا کریں۔ لہٰذا اس وقت ہمارا فوکس ایمان کے اوپر ہونا چاہیے تب ان ساری چیزوں کا مقابلہ ممکن ہے۔

❀❀❀

بقیہ: کارِ تریاقی

بے نصیب و محروم رکھیے۔ اور اگر میں نے صرف قرآنی اسرار کے موتی پروئے ہیں اور مسلمانوں کے سامنے سچی باتیں کہی ہیں تو اس کے بدلے میں صرف آپ ﷺ کی دعا کافی ہے۔ اللہ عزّ وجل کی بارگاہ میں عرض کیجیے کہ میرا عشق، عمل سے ہمکنار ہو۔ مجھے غمگین جان کی دولت عطا ہوئی ہے، علم دین سے بھی حصہ ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے عرض کیجیے کہ مجھے عمل میں زیادہ استواری نصیب ہو۔ میں ابرِ بہار کے پانی کا قطرہ ہوں۔ مجھے گوہر بنا دیجیے!‘‘

پاکستان کی قدر قیمت (الجھی سیاست اور پی ایس ایل کے مسلسل ہنگاموں میں) کھو دینے والے آج کے پاکستانی کے لیے یہ یاد دہانی ضروری محسوس ہوتی ہے کہ

ع ’’وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارہ!‘‘

نگاہ اٹھا کر بانیانِ پاکستان کی امنگیں، آرزوئیں، امیدیں، خواب، عزم و ہمت دیکھیے۔ ان خوابوں کو اپنی نسل کی تربیت میں سمو دیجیے۔ شاید کہ ہمارا کل آج سے بہتر ہو۔ اقبال کی اپنی اٹھان اور تربیت ان کے مکرم باپ اور ان کے استاد نے قرآن پر کی تھی۔ اسی کا اثر اقبال سے قائداعظم کو بھی منتقل ہوا۔ اقبال کا کلام اور جناح کی تقاریر، پاکستان کے مستقبل کو جس تواتر سے قرآن اور اسلام سے منسلک کرتی ہیں، اس کی یاد دہانی ضروری محسوس ہوتی ہے۔ نوجوان نسل کی سیرت و کردار میں ان بنیادی عوامل کی شدید کمی ہر سطح پر ہے۔ عصری تعلیم، اساتذہ (الا ماشاء اللہ) ادارے اور نصاب تہی دامن ہیں۔ رہنمائی کے منصب پر سیاست دان فائز ہیں جن کا علمی پایہ ناقص ترین ہے۔ کتاب سے بھی کا ناتہ ٹوٹ چکا ہے۔ مبلغ علم سوشل میڈیا کا رطب و یابس ہے۔ (نوجوان ایک پروگرام میں فخریہ کہہ رہے تھے کہ ہماری تعلیم و تربیت سوشل میڈیا نے کی ہے! ساتھ ہی مولوی اور شرعی حلیے (شلوار قمیص ٹوپی) کے پرخچے اڑا رہے تھے!) شعر و شاعری ٹرکوں کے پیچھے لکھے شعر یا سوشل میڈیا پر اسی معیار کے اشعار کا ملغوبہ ہے۔ کسر رنگ برنگے موٹیویشنل سپیکرز پوری کر دیتے ہیں۔ کل تک عامر لیاقت عالم آن لائن! آج ماڈلوں سے شادیوں کا چیمپئن ہے۔ قرآن کا علم واجبی ہے تاریخ سے مس نہیں رکھتے۔ زبان پر عبور؟ بے زبانی کا عجب عالم ہے نہ اردو نہ انگریزی نہ عربی۔ فارسی کا تو ذکر ہی کیا، جس زبان میں اقبال اپنے جواہر پارے چھوڑ گئے ہیں۔ علم و تعلّم بالعموم ذریعۂ معاش ہے بذریعہ یوٹیوب۔ ایسے میں اقبال اور قائداعظم کے تعلق بالقرآن پر بات شاید کچھ آئینہ دکھا دے اور اسے پانے کی تڑپ والدین اور نوجوانوں کو راہ بھی دکھا دے۔ ہمارا مستقبل اسی سے وابستہ ہے۔ جیسا کہ اقبال نے کہا: ’’اے بصیرت رکھنے والے شخص، نقدی، لباس، چاندی اور سونا قوم کا سرمایہ نہیں ہیں۔ قوم کی دولت تندرست بیٹے ہیں جو روشن دماغ، محنتی اور چاق و چوبند ہوں۔ (عورت کے حوالے سے کہتے ہیں) مائیں اخوت کے راز کی حفاظت کرنے والی ہیں۔ وہی قرآن اور ملت کی طاقت ہیں۔ سیدہ فاطمہ الزہراء ؓ تسلیم (فرمانبرداریٔ ربِ تعالیٰ) کی کھیتی کی تیار شدہ فصل ہیں۔ ماؤں کے لیے سیرت و کردار کا کامل نمونہ ہیں۔...... اے پردہ نشین خاتون تُو زمانے کی لوٹ مار سے ہوشیار رہ۔ اپنے بچوں کو اپنی آغوش میں لے، دوسروں کے سپرد نہ کر۔‘‘ (رموزِ بے خودی) اولادوں کو اسلامی کلبوں، اکیڈیمیوں کے حوالے کر کے فارغ نہ ہو بیٹھیے جہاں انتشارِ فکر، بے جہت ہونے کے امراض چھوت کی طرح پھیلتے ہیں ؎

چلتا ہوں تھوڑی دور ہر اک راہرو کے ساتھ
پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں!

❀❀

نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

21 اپریل کی نسبت مصورِ پاکستان علامہ اقبال سے ہے۔ آج کی دنیا میں دن منانے کی ریت نے اہم شخصیات کو سال کے ایک آدھ دن میں محدود کر کے رسماً یاد کر لینے کی طرح ڈال رکھی ہے۔ اتفاق ہے کہ قیامِ پاکستان کا مہینہ رمضان المبارک بھی آخری عشرے میں داخل ہوا چاہتا ہے۔ ع ''رسمِ دنیا بھی ہے موقع بھی ہے دستور بھی ہے'' کے مصداق یاد دہانی کی ہوک دل میں اٹھتی ہے۔ ع ''تھے تو آباء وہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو؟'' کہنے کا جی چاہتا ہے۔ خصوصاً آج کا پاکستان جسے کچھ نے نیا پاکستان بنانے کی دعوے داری کر کے اس سے اس کی رہی سہی شناخت چھین لی۔ رمضان ماہِ قرآن ہے اور یہاں پورا ملک جا بجا تحریکِ انصاف کے مخلوط موسیقی بھرے جلسوں میں گھرا ہوا ہے۔ عمران خان زخمی سانپ کی طرح پھنکارتے کرسی چھن جانے پر سبھی کچھ تہ و بالا کر دینے کے درپے ہیں۔ پوری قوم کو شہر شہر، رات 8 بجے خاندانوں سمیت جلسوں میں حاضر ہونے کے اعلان روزانہ جاری ہیں۔ یوں گویا عشاء اور تراویح کسی کے ذمے نہیں۔ صوبائی اسمبلی اور قبل ازیں قومی اسمبلی میں اقتدار ہاتھ سے جاتے دیکھ کر جو جمہوریت کے پرخچے اڑے (اسلام کا تو ذکر ہی کیا!) وہ المناک، شرمناک حد تک تہذیبی گراوٹ اور ہوسِ اقتدار کا غماز ہے۔ جب پوری سیاست ہی لوٹا گردی اور ہارس ٹریڈنگ سے عبارت ہے تو قوم کی شرمساری کا سامان کرنے کو اسمبلی میں پلاسٹک کے لوٹوں سے مسلح ہو کر حملہ آور ہونے کی کیا ضرورت تھی؟ تحریکِ انصاف کی بنیاد میں چنے گئے لوٹے اب بکھر کر کچھ یہاں گرے کچھ وہاں۔ ایسے میں مرثیہ خوانی، تبرا بازی اور سینہ کوبی کیسی؟

اس پورے منظر میں نہ نیا پاکستان نہ پرانا...... حقیقی پاکستان کی کوئی شباہت، جھلک دکھائی نہیں دیتی۔ حکومت سازی کا مرحلہ خیر و عافیت سے گزر جائے۔ اقبال، جناح کے خون پسینے، امیدوں، آرزوؤں، مرادوں، امنگوں کا کیا تیا پانچہ ہو رہا ہے، اس سے فی الحقیقت کسی بڑے کو اس وقت غرض نہیں۔ بیس سال امریکا، مغرب کے مفادات کی جنگ میں ملک جھونک کر دو صوبے براہ راست متاثر کیے، خمیازہ بھگت رہے ہیں۔ ملک سیاسی گھڑمس میں الجھا پڑا ہے۔ ایسے میں افغانستان سے تعلقات کا بگاڑ امریکی سینے کی جلن دور کرنے کا سامان تو ہو سکتا ہے، مگر پاکستان کے لیے بدترین نتائج و عواقب کا سامان ہے خدانخواستہ۔ خدارا! اپنی اصل کی طرف لوٹیے اسی میں ہماری بقا مضمر ہے۔ 13 اور 14 اگست 1947ء کی درمیانی رات 12 بجے جب پہلی مرتبہ یہ اعلان ہوا: ''یہ ریڈیو پاکستان ہے!'' تو وہ 27 ویں شب تھی رمضان المبارک 1366ھ کی۔ نزولِ قرآن کی رات۔ پاکستان اور قرآن کا رشتہ انمٹ ہے۔ قرآن کے سائے میں وجود پانے والا ملک۔ اسی نسبت سے اپنے قومی وجود کے رہنماؤں میں سے اقبال کا تعلق بالقرآن دیکھیے۔ اس آئینے میں اپنی قومی، انفرادی، نسلِ نو کی صورت گری کی فکر کیجیے ع ''کہ تو گفتار وہ کردار تو ثابت وہ سیارہ'' ...... کی شرمساری دور ہو سکے!

مسلمان اور قرآن کا باہم تعلق لازم و ملزوم کا ہے۔ تاہم پاکستان اس تعلق میں انفرادیت کی ایک شان رکھتا ہے۔ تخلیقِ پاکستان کے لیے یہ رب تعالیٰ کی مشیت تھی کہ اس نے ہمیں نہ صرف نزولِ قرآن کے مبارک مہینے سے نوازا، بلکہ خاص عشرۂ لیلۃ القدر کی چنیدہ 27 ویں شب پاکستان بنا۔ مسلمانانِ برصغیر نے ولولے سے بھر کر گلی کوچوں میں نعرہ لگا دیا تھا: ''پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ!'' رحمتِ حق (بہانہ می جوید، کے مصداق) عطا پر تلی بیٹھی تھی ؎

کوئی قابل ہو تو ہم شانِ کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں!

ہماری جھولی میں تقدیر کی رات نے ایک سرسبز و شاداب خطۂ زمین، بانیانِ پاکستان کے سچے خوابوں اور عوام الناس کی چاہتوں کا ثمر ڈال دیا۔ نزولِ قرآن کی رات ایک آزاد مملکت کی حیثیت سے پاکستان دنیا کے نقشے پر اُبھرا۔ جس کے لیے دوٹوک الفاظ میں قائدِ اعظم نے فرمایا تھا: ''مَیں مسلمانوں کے لیے کلمہ طیبہ پر مبنی حکومت قائم کرنا چاہتا ہوں۔'' مصورِ پاکستان، مبشرِ پاکستان علامہ اقبالؒ کا یہ خواب قرآن سے ان کی بے پناہ شیفتگی، رسالت مآب ﷺ سے والہانہ عقیدت کے شجرِ طیبہ کا ثمر تھا۔ انہوں نے خونِ جگر دے کر اسے پالا، اشعار میں پرو کر مسلمانوں کی فکر و نظر میں سمویا۔ نگاہ محمد علی جناح پر جا ٹھہری۔ اس کھرے شخص نے اقبال کی نگاہ سے منزل کو دیکھا، سمجھا اور ڈٹ کر کھڑا ہو گیا۔ اقبال کا یہ فرمان مسلم تشخص کے اعتبار سے حرفِ آخر ہے۔ ؎

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن!

اگر تو مسلمان بن کر جینا چاہتا ہے تو یہ جبھی ممکن ہے کہ تو قرآن کے مطابق ڈھل کر زندگی بسر کر۔ ع ''قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن!'' نیز فرماتے ہیں کہ:

آں کتابِ زندہ قرآنِ حکیم
حکمت او لایزال است و قدیم!

یعنی وہ زندہ کتاب قرآن پاک ہے جس کی حکمت نہ ختم ہونے والی، ازلی ابدی ہے! حکمت و دانائی کا سرچشمہ! (رموزِ بے خودی) جہاں قرآن ایک فرد سے متقاضی ہے کہ اس کی پوری زندگی قرآن و سنت کے تابع ہو، وہاں قومی زندگی بھی ہر شعبۂ حیات میں اتباعِ قرآن کے مطابق ہونا لازم ہے۔ بانیان کے ہاں تحریکِ پاکستان کی روح کے رگ و پے میں قرآن اترا ہوا تھا۔ علامہ اقبال کا کلام فی نفسہٖ قرآنی فکر سے مستنیر ہے۔ سچائی اور اخلاص کا یہ علم ہے کہ رموزِ بے خودی میں اس حوالے سے کہتے ہیں: ''اگر میرے دل کا آئینہ جواہر سے خالی ہے۔ اگر میری شاعری میں قرآن مجید کے سوا بھی کچھ ہے تو حضورِ والا ﷺ! آپؐ کی روشنی تمام زمانوں کے لیے صبح کا سروسامان ہے...... آپ میری فکر کی عزت و حرمت کا پردہ چاک کر دیجیے...... قوم کو میرے شر سے محفوظ کر دیجیے...... قیامت کے دن مجھے ذلیل و رسوا ہونے دیجیے اور اپنی پابوسی (مبارک پاؤں کے بوسے) سے (باقی صفحہ 11 پر)

دینی علم کی اہمیت، فضیلت اور ضرورت

عاطف محمود
ناظم تعلیمات قرآن اکیڈمی یاسین آباد، کراچی

(انجمن ہائے خدام القرآن اور مرکزی تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام رجوع القرآن کورسز کی اہمیت کے تناظر میں)

اللہ رب العزت نے حضرت آدم علیہ السلام کو جب تخلیق کیا تو پہلے ان کا خاکی وجود بنایا۔ پھر اس کے بعد ان میں اپنی روح میں سے پھونکا اور فرشتوں سے فرمایا کہ میں آدم کو زمین میں خلافت دینے والا ہوں۔ جس پر فرشتوں نے کہا کہ ہم آپ کی تسبیح و تقدیس بیان کرنے والے ہیں۔ گویا وہ کہنا چاہتے تھے کہ جس مقصد کے لیے آپ نے آدم کو پیدا کیا ہے وہ مقصد تو ہم پورا کر ہی رہے ہیں۔ لیکن اللہ رب العزت نے جواب دیا کہ میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ پھر اللہ رب العزت نے آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے نام بتادیے اور فرشتوں سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ تب اللہ کے حکم پر حضرت آدم علیہ السلام نے ان تمام اشیاء کے نام فرشتوں کو بتادیے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں، اس حکم کو سنتے ہی تمام فرشتے سجدے میں گر گئے لیکن ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور راندۂ درگاہ ہوا۔ اس واقعہ سے حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت تمام فرشتوں پر ثابت ہوتی ہے اور اس کی ایک اہم وجہ جو قرآن حکیم سے معلوم ہوتی ہے وہ علم میں فرشتوں سے برتر ہونا ہے۔ چنانچہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿قَالَ يٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآىِٕهِمْ ۚ فَلَمَّاۤ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآىِٕهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۙ وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ۝﴾ (البقرۃ:33)

’’اللہ تعالیٰ نے کہا اے آدمؑ! تم ان کو اِن چیزوں کے نام بتادو چنانچہ جب اس نے اِن کے نام ان کو بتادیے تو اللہ نے (فرشتوں سے) کہا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کے بھید جانتا ہوں؟ اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ چھپاتے ہو مجھے اس سب کا علم ہے۔‘‘

ان آیات کی تفسیر میں مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’خلاصہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ہر ایک چیز کا نام مع اس کی حقیقت اور خاصیت کے اور نفع اور نقصان کے تعلیم فرما دیا اور یہ علم ان کے دل میں بلاواسطہ القاء کر دیا کیونکہ بدون اس کمالِ علمی کے خلافت اور دنیا پر حکومت کیونکر ممکن ہے اس کے بعد ملائکہ کو اس حکمت پر مطلع کرنے کی وجہ سے ملائکہ سے امور مذکورہ کا سوال کیا گیا اگر تم اپنی اس بات میں کہ تم کارِ خلافت انجام دے سکتے ہو، سچے ہو تو ان چیزوں کے نام و احوال بتاؤ لیکن انہوں نے اپنے عجز و قصور کا اقرار کیا اور خوب سمجھ سے کہ بدون اس علم عام کے کوئی کارِ خلافت زمین میں نہیں کر سکتا اور اس علم عام سے قدرِ قلیل ہم کو اگر حاصل ہوا بھی تو اتنی بات سے ہم قابل خلافت نہیں ہو سکتے۔ یہ سمجھ کر کہہ اٹھے کہ تیرے علم و حکمت کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ اس کے بعد حضرت آدمؑ سے جو تمام اشیائے عالم کی نسبت سوال ہوا تو فر فر سب امور ملائکہ کو بتا دیے کہ وہ سب بھی دنگ رہ گئے، اور حضرت آدمؑ کے احاطہ علمی پر اَش اَش کر اٹھے۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے فرمایا کہو ہم نہ کہتے تھے کہ ہم جملہ مخفی امور آسمان و زمین کے جاننے والے ہیں اور تمہارے دل میں جو باتیں مکنون (چھپی ہوئی) ہیں وہ بھی سب ہم کو معلوم ہیں۔

فائدہ۔ اس سے علم کی فضیلت عبادت پر ثابت ہوئی۔ دیکھئے عبادت میں ملائکہ اس قدر بڑھے ہوئے ہیں کہ معصوم، مگر علم میں چونکہ انسان سے کم ہیں اس لیے مرتبۂ خلافت انسان ہی کو عطا ہوا اور ملائکہ نے بھی اس کو تسلیم کر لیا اور ہونا بھی یوں ہی چاہیے کیونکہ عبادت تو خاصۂ مخلوقات ہے اللہ کی صفت نہیں، البتہ علم اللہ تعالیٰ کی صفت اعلیٰ ہے اس لیے قابل خلافت یہی ہوئے کیونکہ ہر خلیفہ میں اپنے مستخلف عنہ کا کمال ہونا ضروری ہے‘‘۔

درج بالا تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ زمین میں خلافت کے لیے سب سے اہم اور ضروری چیز علم ہے۔ اسی طرح قرآن حکیم کی کئی آیات سے علم کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ المجادلۃ میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ﴾ (المجادلۃ:11)

’’اللہ بلند فرمادے گا ان لوگوں کے درجات جو تم میں سے واقعی ایمان والے ہیں اور جن کو حقیقی علم عطا ہوا ہے۔‘‘

اسی طرح اللہ رب العزت سورۃ الزمر کی میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا یَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ۝﴾ (الزمر:9)

’’اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجیے کہ کیا برابر ہو سکتے ہیں وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں اور وہ جو علم نہیں رکھتے؟ حقیقی نصیحت اور سبق تو وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو عقل مند ہیں۔‘‘

یہ بات ہم جانتے ہیں کہ قرآن حکیم کے ایک حرف کی تلاوت پر دس نیکیاں ملتی ہیں لیکن یہ بات شاید ہم سے اکثر نہ جانتے ہوں کہ قرآن حکیم کی ایک آیت کو سمجھ لینا سو رکعت نفل پڑھنے سے افضل ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((يَا أَبَا ذَرٍّ، لَأَنْ تَغْدُوَ فَتَعَلَّمَ آيَةً مِنْ كِتَابِ اللهِ، خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ تُصَلِّيَ مِائَةَ رَكْعَةٍ)) (سنن ابن ماجۃ)

’’اے ابوذر! قرآن مجید کی ایک آیت کو سیکھنے کے لیے نکلنا تمہارے لیے سو رکعت نفل پڑھنے سے بہتر ہے۔‘‘

اسی طرح ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((فقيه واحد أشد على الشيطان من ألف عابد)) (سنن ترمذی)

"ایک سمجھ بوجھ رکھنے والا عالم، شیطان پر ایک ہزار عبادات گزاروں کے مقابلے میں بھاری ہے۔"

مراد یہ ہے کہ ایک عالم کیونکہ دین کا صحیح علم وشعور رکھتا ہے لہٰذا وہ شیطان کے حملوں کا شکار آسانی سے نہیں ہوسکتا جبکہ ایک عبادت گزار صرف اپنی عبادات کو صحیح جانتا ہے اور دین کا علم گہرائی کے ساتھ نہیں جانتا لہٰذا وہ شیطان کے حملوں کا زیادہ شکار ہوسکتا ہے۔

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((طلب العلم فريضة على كل مسلم))

(سنن ابن ماجہ)

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علم حاصل کرنا فرض ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس سے کونسا علم مراد ہے؟ اور کتنا علم مراد ہے؟ کیونکہ علم کی تو کوئی انتہا ہی نہیں ہے۔ علماء اس کا خلاصہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ علم جو زندگی گزارنے کے لیے ناگزیر ہے اتنا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے خواہ اس کا تعلق دنیاوی امور سے ہو یا اس کا تعلق دینی امور سے ہو۔ اور ہر وہ کام جو کسی پر فرض ہو تو اس کا علم حاصل کرنا بھی فرض ہو جاتا ہے کیونکہ بغیر صحیح علم کے وہ کام درست سرانجام نہیں دیا جاسکتا، لہٰذا جس پر نماز فرض ہے تو اس پر اس کا اتنا علم حاصل کرنا بھی فرض ہے کہ جس کے ذریعے سے وہ اپنی نماز کو درست طور پر ادا کر سکے۔ یہ صرف ایک مثال سمجھانے کے لیے دی گئی ہے۔ اب تمام معاملات دینیہ اور دنیویہ کو اس کے ذریعے سے سمجھ لینا آسان ہوگا کہ ہر وہ کام جو کسی پر فرض ہے تو اس کا علم حاصل کرنا بھی اس پر فرض ہونا چاہیے، خواہ وہ عقائد ہوں یا عبادات معاملات ہوں یا دنیاوی امور سے متعلق کوئی کام ہو۔

قرآن حکیم اور احادیث نبویہ میں علم کی جو فضیلت اور اہمیت وارد ہوئی ہے اس میں کوئی دوسری رائے نہیں ہوسکتی کہ بہرحال اس سے اصلاً قرآن وسنت کا علم مراد ہے۔ اللہ رب العزت نے سورۃ الرحمٰن کی ابتدائی چار آیات میں چوٹی کی چار چیزوں کا تذکرہ کچھ اس طرح سے کیا ہے۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝﴾ (الرحمٰن:1 تا 4)

"وہ رحمٰن ہی ہے جس نے قرآن مجید کی تعلیم دی۔ اسی نے انسان کو پیدا کیا۔ اسی نے اس کو بیان کرنا سکھلایا۔"

ڈاکٹر اسرار احمدؒ ان آیات کی تشریح میں فرمایا کرتے تھے کہ اللہ رب العزت نے ان چار آیات میں چوٹی کی چار چیزوں کا تذکرہ کیا ہے۔ سب سے پہلے اللہ رب العزت کے صفاتی ناموں میں سے چوٹی کا نام الرحمن کا تذکرہ کیا کیونکہ جملہ مخلوقات اللہ کی صفت رحمت کی سب سے زیادہ محتاج ہے۔ اسی طرح علوم میں سب سے چوٹی کا علم قرآن حکیم کا ہے چنانچہ اس کا ذکر کیا پھر اللہ رب العزت کی بے شمار مخلوقات میں سے چوٹی کی مخلوق یعنی انسان کا تذکرہ کیا۔ مزید یہ کہ انسان کے اندر کئی صلاحتیں ہیں لیکن ان میں اس کی اہم ترین صلاحیت جو اسے دیگر مخلوقات سے ممیز کرتی ہے یعنی اس کے بولنے کی صلاحیت کا تذکرہ کیا۔ ڈاکٹر صاحب ان آیات کے بعد ایک حدیث بیان فرماتے تھے:

((خيركم من تعلم القرآن وعلمه)) (بخاری)

"تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن حکیم سیکھے اور اسے دوسروں کو سکھائے"۔ پھر ڈاکٹر صاحب اس کا نتیجہ یہ بیان فرماتے تھے کہ اللہ رب العزت نے یہ انسان کو جو قوت گویائی دی ہے اس کے کئی استعمالات ہو سکتے ہیں، اچھے بھی اور برے بھی۔ لیکن اس کا سب سے اعلیٰ مصرف یہ ہے کہ اسے اللہ رب العزت کے کلام یعنی قرآن حکیم کو سمجھنے اور سمجھانے، سیکھنے اور سکھانے، پڑھنے اور پڑھانے کے لیے استعمال کیا جائے۔

ڈاکٹر صاحب ؒ اس امت کے زوال اور اس کی زبوں حالی کا تجزیہ کرتے ہوئے اس کا نتیجہ بھی یہی بیان فرماتے تھے کہ امت مسلمہ کا تعلق بحیثیت مجموعی اس قرآن حکیم سے کمزور پڑ گیا ہے۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ اس تعلق کو مضبوط کیا جائے۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے اس کے لیے دو کام کیے۔ ایک عوامی دروس قرآن کا اہتمام فرمایا دوسرا ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس کا آغاز فرمایا۔ حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر مسلمان کو اپنی بنیادی دینی و دنیوی زندگی گزارنے کے لیے بنیادی علم کا حصول ناگزیر بلکہ فرض عین ہے۔ اسی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس کی داغ بیل ڈالی۔ کہ جس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ایسے حضرات وخواتین جو کسی حد تک عصری تعلیم حاصل کر چکے ہوں انہیں عربی زبان کے بنیادی قواعد اور ان بنیادی علوم سے آراستہ کر دیا جائے جو قرآن حکیم کو سمجھ کر پڑھنے اور فہم دین کے حصول کے لیے ضروری ہیں تاکہ یہ حضرات وخواتین اپنی اور معاشرے کی اصلاح کے لیے داعیانہ کردار ادا کرسکیں۔ اس کورس کے تحت عربی گرامر، ناظرہ قرآن حکیم وتجوید، مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب، بیان القرآن، حدیث وسنت، سیرت النبی ﷺ عقیدہ وفقہ اور سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا مطالعہ کروایا جاتا ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد ؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ دنیاوی علوم اور زبانیں سیکھنے کے لیے ہم میں سے اکثریت زندگی کا بڑا حصہ لگا دیتی ہے اور جس سے کوئی بڑا مقصد حاصل نہیں ہوتا سوائے یہ کہ زندگی گزارنے اور اسے بنانے اور سنوارنے کا موقع حاصل ہوتا ہے، جبکہ ایک مسلمان کا اصل اور حقیقی مسئلہ دنیا نہیں بلکہ آخرت کی زندگی کا ہے۔ چنانچہ ہمیں اب اللہ رب العزت کے کلام کی زبان سیکھنے اور دینی علوم کو حاصل کرنے کے لیے بھی اپنی زندگی میں سے کچھ حصہ ضرور نکالنا چاہیے تاکہ کل قیامت کے دن اللہ رب العزت کے حضور جب حاضر ہوں تو شرمندگی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

ان شاء اللہ العزیز رجوع الی القرآن کورس رمضان المبارک کے بعد شروع ہونے جا رہا ہے۔ تمام حضرات وخواتین (بالخصوص اعلیٰ تعلیم یافتہ) کو اس حوالے سے منصوبہ بندی کرنی چاہیے اور اس کورس کے لیے وقت نکال کر اس میں شرکت ضرور کرنی چاہیے۔ اللہ رب العزت ہمیں اس عظیم کام کو کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی جانب سے خاص فضل وعنایت اور آسانی کا معاملہ فرمائے۔ (آمین یارب العالمین)

ادھورا سچ!

میمونہ نعمان

سوچ کی طاقت بھی عجیب ہے‘ رائی کو پہاڑ اور پہاڑ کو رائی بنا سکتی ہے۔ اسی لیے خالقِ قلب وروح نے انسانی زندگی اور معاشرے کے اس عظیم جوہرِ سوچ وفکر کی پاکیزگی اور طہارت کو مستقلاً شریعت محمدی ﷺ کا جز قرار دیا ہے، بلکہ افکار کی تعمیر و ترقی بقا اور تحفظ کے کامل انتظامات کو یقینی بنایا ہے۔ فکر کی اسی صحت کے اہتمام میں جہاں عملی بے راہ روی پر حرام وحلال کے ضابطے ٹھہرائے گئے‘ وہیں افکار کی تعمیر اور تحفظ کے لیے فرمایا گیا: ’’اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو‘ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔‘‘ (سورۃ الحجرات) سوچ اور فکر کی آبنوسی عمارت کو منفی نفسیات کے داغ دھبوں سے محفوظ رکھنے کے لیے کہیں عُجب جیسے خود پسندانہ رویے کی حوصلہ شکنی کی گئی‘ دوسری طرف حسد‘ ریا‘ خود پسندی اور بدگمانی کو حرام قرار دیا۔ ان تمام منفی جذبات اور رباطنی گناہوں کا مرکز اور مولد قلب وفکر کے نہاں خانے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حکیم خالق نے روٹ لیول پر آدمی کو انسان بنانے کا انتظام فرمایا ہے ؎

آدمی سے انساں تک آ گئے‘ تو جانو گے
کیوں چراغ کے نیچے روشنی نہیں ملتی

یہی اہتمام تحفظِ افکار ہے‘ جس کے لئے فرمایا:
’’مومن مردوں سے کہہ دو وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں‘ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہی ان کے لیے پاکیزہ ترین طریقہ ہے۔‘‘ (سورۃ النور) نظر چونکہ فکر کا ایک دروازہ ہے‘ قربان جایئے ایسے زبردست خبیر مربی پر کہ تربیت اور تعمیر میں جہاں کہیں سے انہدامِ عمارتِ کردار کا کچھ بھی خطرہ تھا‘ اس سے پُرزور واقفیت دلا کر ممانعت کی دیوار حائل کر دی۔ چنانچہ سوچ اور فکر کی اس زبردست قوت کو سمجھتے ہوئے دشمن نے جس محاذ پر صف بندی کی ہے‘ وہ عالمِ اسلامی کی فکر کا میدان ہے۔ اس کا ہدف عصرِ حاضر میں ہمارے افعال نہیں ہمارے افکار ہیں‘ ہمارے اعمال نہیں ہماری نیتیں ہیں۔ خیر کی بود باش بلکہ نگہداشت‘ احساس کی جڑوں سے پھوٹتی ہے اور یہ جڑ ممتا کے کلیجے سے لہو پیتی ہے اور بے حسی اور مفاد پرستی کے عمیق سناٹے میں دم توڑ دیتی ہے۔

میرے محبوب علیہ السلام کے چمن کی تتلیو! ہماری ماؤں کے پروں میں محبت اور قربانی کے یہ رنگ نہایت گہرے تھے‘ مگر ہمارا دشمن بہت سیانا ہے‘ اس نے ہر وار نہایت کاری لگایا ہے‘ ماؤں کو عجیب گورکھ دھندے میں الجھایا ہے۔ آج اچھی خاصی خدمت گزار شریف مائیں سارا دن اپنے گھر کی چار دیوری میں فرائض منصبی کی ادائیگی کے بعد بجائے‘ شکرِ خداوندی کے دشمن کی اسی فکری نقب زنی سے احساس کمتری میں مبتلا نظر آتی ہیں۔

بیاضِ فکر کے یہ چند اوراق اغیار کی اسی فکری نقب زنی کو بے نقاب کرنے کی سعی میں میری تشنہ تمناؤں کا حصہ ہے۔ اس فکری غنڈہ گردی میں جو دو کردار گتھم گتھا نظر آتے ہیں وہ ادھورا سچ اور آدھا جھوٹ ہیں۔ جھوٹ کے بدصورت چہرے کو سچ کے میک اپ کی تہوں میں چھپانے کی کوشش اور عصر حاضر میں قحط الرجال نے فکری گنجلک کی جو فضا قائم کی ہے‘ وہ اس بات کے متقاضی ہے ؎

کوئی خوبی نہ سہی ’جرأتِ اظہار تو ہو
آدمی جرم صداقت کا سزاوار تو ہو

سچ اور جھوٹ کی اس کبڈی نے معاشرے کے تقریباً ہر طبقہ کے اوسان پر جن اوہام کا تسلط قائم کیا ہے‘ وہ کچھ یوں ہے کہ ؎

جن کے آنگن میں امیری کا شجر لگتا ہے
ان کا ہر عیب زمانے کو ہنر لگتا ہے

دھن دولت کی اسی مرعوبیت نے حب مال اور حب جاہ کے جذبے کو اتنی ہوا دی‘ کہ سب سے اعلیٰ نظر آنے کی فکر‘ اونچے سے اونچے برانڈ‘ زرق برق لباس‘ نت نئے ذائقوں کے ماکولات اور مشروبات‘ پُرتعیش گاڑیوں اور مکانوں کے حصول کی خواہش میں حد سے تجاوز کو زندگی کا اصل مقصد اور اصل اصول سمجھا جانے لگا۔ الغرض ضرورت کو مقصد بنانے کے گناہ کی فی الفور سزا یہ ملی کہ قلوب سے قناعت کی خلعت اتار لی گئی اور روح مادیت پرستی اور حصول خواہش لذت کے شعلوں سے بھڑک اٹھی۔ اسی آگ کو بجھانے کے لیے مرد وزن کے بیمار اذہان نے پانی کے بجائے تیل کا استعمال کیا‘ یعنی عورتوں کا بھی مردوں کے شانہ بشانہ اور دوش بدوش کام کرنا اور پروفیشنل ازم کی اس صلاحیت کو پیدا کرنے کے لیے عورتوں کا مخلوط تعلیمی اداروں کا حصہ بننا۔

اس تمام جد وجہد کے پیچھے جو جذبہ کارفرما ہے‘ اسلام اس کی زبردست مذمت کرتا ہے۔ لہٰذا مادیت پرستی کے نفسیاتی جنون اور ایسے مذموم جذبوں کے تسکین کے لیے عورتوں کا گھروں کو چھوڑ کے بازروں کی زینت بننے کے جواز کا سوال‘ سرے سے ہی قابل التفات نہیں۔ اللہ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ فرماتے ہیں: ’’ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر (دنیا کا عیش) حاصل کرنے کی ہوس نے تمہیں غفلت میں ڈال رکھا ہے‘ یہاں تک کہ تم قبرستانوں میں پہنچ جاتے ہو۔ (سورۃ التکاثر)

ارشاد نبویؐ ہے: ’’اگر آدمی کے پاس سونے کی دو وادیاں ہوں تو اسے ایک تیسری وادی کی خواہش ہوگی اور اس کا پیٹ کسی چیز سے نہیں بھرے گا‘ سوائے مٹی سے۔‘‘

بے شک مالِ حلال کا حصول اور اس کی جد جہد کے لیے محنت کرنا‘ بقدرِ ضرورت‘ فریضہ ہے اور اس کی انجام دہی باعثِ اجر وثواب ہے‘ مگر بنینِ آدم کے لیے نہ کہ بنتِ حوا کے لیے۔ رہی دو باتیں؛ ایک اس عورت کی ضرورت ہے جس کے پاس اس کی کفالت کرنے والا کوئی محرم مرد سرے سے موجود ہی نہیں یا وہ نالائق اپنی ذمہ داری نہیں اٹھاتا‘ تو تمام شرعی حدود و قیود کے ساتھ ایسی عورت اپنی ضرورت بقدرِ ضرورت حاصل کرنے کے لیے جتنی رخصت سے نوازی گئی ہے‘ وہ ایک الگ باب ہے اور دوسری بات یہ کہ مکان کو گھر بنانا ابنِ آدم کی ذمہ داری ہے۔ عورت کو عزت و مرتبہ دے کر بچوں کی نظر میں باوقار ٹھہرانا‘ تاکہ وہ اپنے فرضِ منصبی من وعن بچوں کی تعلیم وتربیت کا فریضہ بغیر کسی اندرونی پیچیدگی کے انجام دے سکے‘ مگر افسوس......! ضرورت کو مقصد بنانے (پیسے کمانے کی دھن) کے گناہ نے میرے بھائیوں سے اولاد کی تربیت کے غم اور فکر کی توفیق کو سلب کر لیا ہے‘ نتیجتاً اکثر میری سماعتوں سے یہ نالے ٹکراتے ہیں ؎

اے خدا مجھے اتنا تو معتبر کردے
میں جس مکان میں رہتی ہوں اس کو گھر کردے

اکرم النبوت کے معمار یعنی 'خیر القرون قرنی' کا اعزاز پائے ہوئے افراد کی زندگی کے تاریخی شواہد سے صرف نظر کرنا' بلاشبہ حد درجہ بدنصیبی ہے' مگر بات پھر وہی ہے کہ قصہ پورے جھوٹ کا نہیں ادھورے سچ کا ہے......!

تاریخ کے آئینے میں حضرت جابر ؓ کی ایک مطلقہ خالہؓ کا اپنے باغ سے کھجوریں توڑنے پر اجازتِ نبویؐ سے کون واقف نہیں؟ اُم عطیہ ؓ کا غزوات میں زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا اور مجاہدین کے کھانے پکانے کی خدمت کرنا' ربیع بنت معوذ ؓ کی غزوہ میں شرکت' تاکہ مجاہدین اور زخمیوں کی خدمت میں کچھ کر سکیں' حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کی رفیقہ حیات کا اپنے ہنر سے کچھ مال وغیرہ حاصل کرنا اور ان کا آپؐ سے یہ کہنا کہ یا رسول اللہ ﷺ اپنے ہنر سے کچھ کما لیتی ہوں' اس کے علاوہ کوئی ذریعہ روزگار میرے' میرے شوہر اور میرے بچوں کے لیے نہیں ہے اور آپؐ کا کہنا جو کچھ تم ان پر خرچ' اس میں تمہارے لیے اجر ہے۔ کچھ صحابیاتؓ کا کپڑے بننے کے فن سے کچھ کسبِ معاش کرنا' حضرت زینب ؓ کا چمڑے سے کچھ اشیاء بنانا اور موتیوں کے ہار بنانے کی مہارت اور ان دونوں ذریعوں سے حاصل ہونے والی آمدنی کو اللہ جل جلالہٗ کے راستے میں خرچ کر دینا' اہلیہ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ یعنی حضرت زینب ؓ کا دھاگا کاتنا' اُم المومنین حضرت زینب ؓ کا دباغت کا فن جاننا اور کمائی اللہ رب العزت کے راستے میں خوب خرچ کرنا' وغیرہ۔

الغرض صحابیات ؓ سے غزوات میں کچھ شرکت اور کسبِ معاش میں معاونت کے جو واقعات ثابت ہوتے ہیں' وہ سچ ہیں' مگر ادھورا سچ......!! اور وہ اس لیے کہ جب کسی سچ کے پیچھے چھپے اصل مقصد میں ردوبدل کے ذریعے ابہامات پیدا کر دیئے جائیں' تو وہ پورے جھوٹ سے زیادہ مذموم مقاصد و مفادات کے حصول کا ذریعہ بن سکتا ہے اور یہی قصہ صحابیات ؓ سے متعلق اس ادھورے سچ کا ہے۔

آیئے بات کی تہہ تک پہنچتے ہیں......!

صحابیات ؓ کا غزوات میں شریک ہونا یہ ہے آدھا سچ...... ربیع بنت معوذ ؓ کا اپنے خاوند ایاس بن بکیر ؓ کے ساتھ غزوات میں شریک ہونا' حضرت خنساء ؓ کا اپنے بیٹوں کے ساتھ غزوات میں شریک ہونا' یہ ہے پورا سچ۔ یعنی یہ شرکت اپنے محارم کے ساتھ تھی۔ صحابیاتؓ کی یہ شرکت عین شرعی قوانین اور پردے کے ضابطوں کے مطابق تھی اور پھر جہاد ایک جنگی صورت حال ہے' جس کے احکامات غیر جنگی صورتحال پر منطبق نہیں کیے جا سکتے۔

حیا کی اس پاسداری کا عین شاہد وہ واقعہ کہ اُم خلاد ؓ کا لختِ جگر جہاد میں شہید ہو گیا' تو مکمل پردے کے اہتمام کے ساتھ غازیوں کے پاس تشریف لائیں اور بچے کی بابت سوال کیا' تو صحابہ رضوان اللہ علیہم ایسی حواس باختہ کیفیت میں بھی ان کے پردے کے اہتمام پر حیران ہوئے چنانچہ جواباً فرمایا کہ:

''میرا بیٹا فوت ہوا ہے' میری حیا کا جنازہ نہیں نکلا۔''

جی ہاں! یہ تھی وہ جھلک جو ردائے صحابیات اور حیائے مومنات کا پورا سچ ہے۔ اگرچہ کچھ صحابیات ؓ سے کسبِ معاش ثابت ہوا' مگر گھروں کی چار دیواری میں عفت و پاکدامنی کے مکمل انتظام کے ساتھ اور وہ کسی مقصدِ عظیم کے لیے' یعنی ضرورت کو مقصد پر قربان کرنے کے لیے' نہ کہ بنتِ حوا کی غافل بیٹی کی طرح مقصد کو ضرورت پر قربان کرنے کے لیے۔ جیسا کہ حضرت زینب بنت معاویہؓ اہلیہ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ اپنے پاکیزہ گھر میں دستکاری کے ہنر سے شوہر کی معاون و مددگار ہوئیں اور اپنی عفت کی مکمل حفاظت کے ساتھ اپنے شوہر کے وقت کو کفالت کی ذمہ داری سے آزاد کر کے اس ضرورت کو ایک مقصد یعنی خدمتِ محبوب خدا ﷺ کے لیے اس طرح پیش کیا' کہ تاریخ کی کتابوں میں عبداللہ بن مسعود ؓ نبی اکرم ﷺ کے خادم خاص' وضو' مسواک اور نعلین سنبھالنے والے مشہور ہوئے۔ اپنی نجی ضروریات کو ایک مقصدِ عظیمہ پر قربان کرنے کا ہی صدقہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب سے قیمتی متاع 'قرآن کریم' کے علوم و معارف اور اس کے اسرار و رموز سے ایسا سجایا کہ آپؓ 'امام الفقہاء' کہلائے اور یقیناً اس عطیہ انمول میں ان کی بیوی کا حصہ تا قیامت موجود رہے گا۔

بے شک صحابیات ؓ سے کسبِ معاش اور غزوات میں شرکت کے کچھ واقعات سچ ہیں' مگر ادھورا سچ......! وہ نیتِ عظیم اور مقصدِ حکیم جو ہمیشہ ان صحابیات ؓ کے واقعات کے پیچھے کارفرما رہا' وہ نہ طولِ امل تھا' نہ تمنائے رنگ و بو' نہ خوب سے خوب تر بننے کی دھن' نہ سب سے اعلیٰ نظر آنے کا شوق......! بلکہ وہ تو ایک عاشقہ صادقہ کی عشقِ حقیقی اور اس کے مقتضی پر اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے اپنا سب کچھ پیش کر دینے کی ہمت اور سعی تھی۔

اس کی عملی دلیل خاتونِ جنت' محبوب خدا ﷺ کے کئی کئی دن کے فاقے ہیں۔ روکھی سوکھی روٹی وہ بھی بسا اوقات کئی دنوں میں نصیب ہوتی۔ ایک مرتبہ محبوبِ خدا سرور کائنات ﷺ اپنے ساتھ بابِ دختر پر تشریف لاتے ہیں' اندر آنے کی اجازت طلب کرتے ہیں' تو فرماتی ہیں کہ بابا جان! میرے پاس پردہ کرنے کے لیے مکمل کپڑا موجود نہیں ہے۔ اس پر چادرِ مبارک عنایت فرماتے ہیں اور اس سے بی بی صاحبہ پردہ فرماتی ہیں۔

کیا حضرت فاطمہ ؓ کی زندگی میں یہ ان کی ضروریات نہیں تھیں؟ یا ان کے پاس آج کی نالائق بنتِ حوا جیسا ٹیلنٹ نہیں تھا؟ نعوذ باللہ من ذالک! ہرگز نہیں......! عظمت کے اس استعارہ کے پاس جو ٹیلنٹ تھا' وہ آج کی عورت کے پاس اکثر مفقود ہے۔ جی ہاں صبر کا ٹیلنٹ' شکر کا ٹیلنٹ اور اپنے فرضِ منصبی کو پہچاننے کا ٹیلنٹ' شوہر سے جو بن پڑتی اس پر قناعت کا ٹیلنٹ اور اس کے باقی ماندہ وقت کو اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے پیش کر دینے کا ٹیلنٹ......!!

ایک عورت کی اسی فرض شناسی کا انعام تمام امت کو حسنین کریمین رضوان اللہ اجمعین کی صورت میں عطا ہوا۔

اب آیئے! اس بات کو عصر حاضر کے تناظر میں دیکھتے ہیں۔ امت کی ایک بیٹی مسکان خان کے عمل پر علماء اور صلحاء کی حوصلہ افزائی' تعریف و توصیف اس بہن کے حق کی خاطر ڈٹ جانے کی داد ہے' جو سو فیصد بنتی ہے۔

﴿وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿٨١﴾﴾

دادو تحسین کے طور پر' حوصلہ افزائی اور ستائش کے لیے ہم خود بھی دل کے دونوں ہاتھ اٹھا کر اس بہن کی استقامت و برکت اور خیر خواہی کے لیے تہہ دل سے دعا گو ہیں اور اس کو باعث اجر و ثواب بھی سمجھتے ہیں' مگر اس واقعہ اور اس سے نکالے جانے والے نتائج' ادھورا سچ اور آدھا جھوٹ' قبیلہ سے ہیں۔ (جاری ہے)

اسلاموفوبیا کا ایک اور شاخسانہ

وسیم احمد باجوہ

اسلاموفوبیا دو الفاظ کا مرکب ہے، اسلام اور فوبیا۔ لفظ فوبیا یونانی اصطلاح ہے جس کے انگلش میں معنی ہیں کسی چیز کے خوف میں مبتلا ہونا، اسلاموفوبیا یعنی اسلام کا خوف۔ یہ خوف نائن الیون کے بعد مغربی معاشروں میں اپنے عروج پر پہنچ چکا ہے اور دنیا بھر میں مسلمانوں کے خلاف پائی جانے والی نفرت میں بھی کئی گنا اضافہ ہوگیا ہے جس کی مثالیں آئے روز پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کی رپورٹس میں پڑھنے اور دیکھنے کو ملتی رہتی ہیں۔ اسلاموفوبیا کے اس مسئلے پر اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں وزیراعظم پاکستان جناب عمران خان نے 27 ستمبر 2019ء کو آواز اٹھائی تھی۔ اسلامی تعاون کی تنظیم OIC کی جانب سے جنرل اسمبلی میں ایک قرارداد پیش کی گئی جسے پاکستان نے متعارف کروایا تھا۔ اس قرارداد کے مطابق ہر سال 15 مارچ کو اسلاموفوبیا کے خلاف عالمی دن منایا جائے گا۔ اس قرارداد کو او آئی سی کے 57 اور چین اور روس سمیت دیگر 8 ممالک کی حمایت بھی حاصل تھی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اسلاموفوبیا کے خلاف عالمی دن کی قرارداد منظور کروا کر ہمیں حاصل کیا ہوتا ہے؟ کیا UNO اس قرارداد پر عمل درآمد بھی کروا سکے گی یا اس کی حیثیت بھی یکم مئی مزدوروں کے عالمی دن جیسی ہوگی کہ جن کے حالات یکم مئی کو مزدوروں کا عالمی دن قرار دینے سے پہلے بھی ایسے ہی تھے اور آج بھی ویسے ہی ہیں۔ یا اس کا حشر بھی فلسطین اور کشمیر ایشو پر UNO کی قراردادوں جیسا ہوگا یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا۔

پاکستان میں رمضان المبارک کے آغاز پر اسلاموفوبیا کا ایک بدترین شاخسانہ دیکھنے میں آیا ہے جس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ معروف اسلامی سکالر مرحوم ڈاکٹر اسرار احمدؒ جن کو اس دنیا سے رخصت ہوئے تقریباً 12 سال ہو چکے ہیں لیکن ان کے دروسِ قرآن اور خطابات آج بھی اتنی ہی دلچسپی سے سنے جاتے ہیں اور لاکھوں لوگوں کی ہدایت و راہنمائی کا ذریعہ ہیں۔ ان کے یوٹیوب چینل ”ڈاکٹر اسرار احمد آفیشل“ کو Hate Speech کا الزام لگا کر بند کر دیا گیا ہے۔ 2.9 ملین سبسکرائبر کا حامل یہ چینل گزشتہ 10 سالوں میں ڈاکٹر صاحب کے تقریباً 4 ہزار دروس و خطابات کے ویڈیوز نشر کر چکا تھا۔ یہ چینل دشمنانِ اسلام خصوصاً یہودیوں کی آنکھوں میں روزِ اوّل سے ہی کھٹکتا تھا۔ وہ ماضی میں بھی کئی بار جھوٹے حیلے بہانے تراش کر کے اس چینل کو بند کروانے کی کوشش کر چکے تھے۔ اس دفعہ یہودیوں کے ہفتہ وار جریدے ”دی جیوز کرونیکل“ نے یہ پروپیگنڈا کیا کہ امریکی ریاست ٹیکساس میں فیصل اکرم نامی شخص نے یہودیوں کی عبادت گاہ میں 4 افراد کو یرغمال بنا لیا تھا۔ ایف بی آئی نے فیصل اکرم کو گولی مار کر ہلاک کر دیا اور چاروں یرغمالیوں کو بحفاظت وہاں سے نکال لیا گیا۔ بعد ازاں دی جیوز کرونیکل نے دعویٰ کیا کہ انہیں ملک فیصل کی فیملی نے بتایا ہے کہ یہودیوں کی عبادت گاہ میں لوگوں کو یرغمال بنانے والا شخص ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی ویڈیوز دیکھا کرتا تھا۔ اس واقعے کو بنیاد بنا کر یوٹیوب انتظامیہ کو مجبور کیا گیا کہ وہ اس چینل کو بلاک کر دیں۔

قارئین! یہودیوں کے اس جریدے کی رام کہانی کو بنیاد بنا کر چینل کی بندش کسی طرح بھی منصفانہ نہیں کیونکہ جریدے کے اس مؤقف کو رد کرنے کے لیے فیصل اکرم اب اس دنیا میں موجود نہیں اور ڈاکٹر صاحب کی ویڈیوز دیکھنے والی اس کی فیملی سے منسوب بات بھی کسی عدالتی فورم پر نہیں کی گئی۔ یوٹیوب انتظامیہ کی طرف سے چینل پر پابندی کا یہ اقدام دراصل اسلاموفوبیا کی بدترین شکل اور اسلام دشمنی کا واضح ثبوت ہے۔ کیا یوٹیوب پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کوئی مواد موجود نہیں ہے؟ اور یوٹیوب انتظامیہ نے آج تک اس کے خلاف کبھی کوئی ایکشن لیا ہے؟ یہ تو بالکل ایسے ہی ہے کہ ہالی ووڈ کی فلمیں دیکھ کر کسی کو نقصان پہنچانے والے کا ذمہ دار فلم بنانے والوں کو سمجھا جائے یا موبائل پر کھیلی جانے والی پب جی گیم دیکھ کر کسی کو مارنے والوں کی ذمہ داری پب جی بنانے والوں پر ڈال دی جائے۔ کیا ناروے میں قتل و غارت کرنے والے شخص کا تعلق عیسائیت یا ان کے کسی گروہ سے جوڑا گیا؟ کیا نیوزی لینڈ کی مسجد میں مسلمانوں کو شہید کرنے والے کا تعلق ان کی حکومت سے جوڑا جا سکتا ہے؟ یقیناً نہیں۔ بالکل ویسے ہی مرحوم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی ویڈیوز کو کسی بھی قسم کی دہشت گرد کارروائی کا ذمہ دار قرار دینا سراسر زیادتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کبھی بھی کسی فرد یا گروہ کے کسی غیر قانونی یا غیر اخلاقی اقدام کی حمایت نہیں کی بلکہ ہمیشہ ایسے اقدامات کی مذمت کی ہے۔ اگر دنیا بھر کے مسلمانوں نے انفرادی طور پر اور امت مسلمہ نے بحیثیت مجموعی اسلاموفوبیا اور سراسر تعصب پر مبنی ایسے واقعات کے خلاف بروقت اور بھرپور ردعمل نہ دیا تو اسلام دشمن قوتوں کی طرف سے اس نوعیت کے مزید اور بدتر اسلاموفوبک واقعات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ❁❁❁

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(31 مارچ تا 8 اپریل 2022ء)

جمعرات (31 مارچ) و مرکزی اسرہ کے اجلاس میں آن لائن شرکت کی۔

جمعہ (یکم تا 8 اپریل) کو جامع مسجد شادمان ٹاؤن، کراچی میں اجتماعات جمعہ سے خطاب کیا۔ Q.TV پر دورہ ترجمہ قرآن کروا رہے ہیں۔ سورۃ الانفال شروع ہوگئی ہے۔ یہ پروگرام رات 09:30 بجے سے 12:00 بجے تک چلتا ہے۔ اس کے بعد 12:30 بجے سے اپنے حافظ قرآن بیٹے کے ساتھ نماز تراویح باجماعت گھر پر ادا کرتے ہیں۔

نائب امیر صاحب سے تنظیمی امور کے حوالے سے مسلسل رابطہ رہا۔

Importance and Tips for the Last 10 Nights of Ramadan

The last 10 nights of Ramadan are believed to be the most important opportunities for worship during the holiest month in the Islamic calendar.

It is believed that the first revelation of the Holy Qur'an was revealed to the Prophet Muhammad *(SAAW)* during the final 10 nights of Ramadan in 610 AD. The exact night of the revelation is not known, but it is most commonly believed to be on 27th night of Ramadan. This is called *'Laylat al-Qadr'* or the 'Night of Power'.

Muslims all over the world follow the example of the Prophet Muhammad *(SAAW)*, by spending the last 10 nights of Ramadan awake late into the night, worshipping Allah *(SWT)* by praying and reading the Qur'an.

A large number of Muslims also make special arrangement for *'Itikaf'* (which literally means seclusion). *Itikaf*, as a religious ritual, means to be in isolation in a Masjid (for men) or at home (for women) with the intention of solely dedicating your time to the worship of Allah *(SWT)*.

Muslims believe that *Laylat al-Qadr* is the best time to ask for Allah's *(SWT)* forgiveness, although staying up late and worshiping during the other 9 final nights of Ramadan is understood to bring immense spiritual rewards.

It is narrated from Abu Hurayrah (RA) that the Holy Prophet (SAAW) said *(translation)*, "Whoever stays up and prays on Laylat Al-Qadr out of faith and in the hope of reward, his previous sins will be forgiven."

(Ref: Al-Bukhari and Muslim)

Following are some practical tips for the last 10 nights of Ramadan to ensure that our readers receive great blessings during this holy time.

1. If you do not feel as though you have given your best so far in Ramadan, do not despair! The last 10 nights are still your opportunity to receive forgiveness and greater spiritual rewards. Approach this time with commitment and positivity.
2. Put the effort in throughout each of the 10 final nights of Ramadan. Do not wait until the 27th night to give it your all.
3. *Du'a* is a prayer of supplication, where Muslims have the opportunity to ask Allah *(SWT)* for the things they need. Why not prepare a short *du'a* list so you know exactly what you want to ask for, not just for yourself and your family, but for people around the world who are experiencing suffering and hardship.
4. Get your family involved. For the late nights of prayers, do not forget to wake up your family members to remind them to take part. Even children can stay up a little later on the last 10 nights of Ramadan.
5. Stay well-rested during the day. It will leave you energized for the nights of worship.
6. Worship Allah *(SWT)* looking your best. How we present ourselves has a significant psychological effect, so wear something you feel smart and confident in.
7. Prepare the place where you intend to pray, whether at the mosque (for men) or

7. Prepare the place where you intend to pray, whether at the mosque (for men) or in your home (for women), to ensure that you have everything you need with you. Distractions can easily break your concentration.
8. Mix it up. If you find yourself becoming tired, why not vary your acts to worship? If you are reading the Qur'an, switch periodically to present a *du'a* to Allah *(SWT)* or listen to a lecture from an Islamic scholar.
9. These nights of worship are not the time to be updating your social media accounts and telling your friends how spiritual you feel. This holy experience is between you and Allah *(SWT)*, so turn off your phone and laptop if you can.
10. Although the last 10 days of Ramadan might be tiring, try to stay focused. Renew your intentions, remember how great the blessings and spiritual rewards are on these 10 holy nights, and think of the forgiveness you will receive on *Laylat al-Qadr* (the 'Night of Power'). Trust Allah *(SWT)* and do not let any doubt or selfish thought sully your mind during your worship.

Last, but not the least, do not forget to recite the *du'a* of *Laylat al-Qadr*. It has been reported by [the Mother of the Faithful] Hazrat Aisha *(RA)* that the Holy Prophet *(SAAW)* supplicated during the last ten days of Ramadan with the *du'a*: ***(translation)* "O Allah, You are Most Forgiving, and You love forgiveness; so forgive me."** ***(<u>Ref</u>: Ahmad, Ibn Majah, Tirmidhi)***.

Compiled by the Editorial Team of Nida-e-Khilafat

رفقاء متوجہ ہوں ان شاءاللہ

''مسجد فاطمہ، جامعہ القرآن حشمت کالونی، ہارون آباد (حلقہ بہاولنگر)''میں

22تا28مئی2022ء(بروز اتوار نمازِ عصر تا بروز ہفتہ نمازِ ظہر)

مبتدی تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

زیادہ سے زیادہ رفقاء پروگرام میں شریک ہوں۔

اور

27تا29مئی2022ء(بروز جمعۃ المبارک نمازِ عصر تا بروز اتوار نمازِ ظہر)

امراء، نقباء و معاونین
تربیتی و مشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: درج ذیل موضوع پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ ذمہ داران سے گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں۔

☆ اسلام کا انقلابی منشور (سیاسی سطح پر)

زیادہ سے زیادہ ذمہ داران پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0308-7253930 / 0333-6305730

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: 78-35473375(042)

دعائے مغفرت اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

☆ ڈائریکٹر قرآن اکیڈمی لاہور کے معتمد ذاتی جناب محمد خلیق کی والدہ ماجدہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔ برائے تعزیت: 0300-4008215

☆ تنظیم اسلامی رحیم یار خان کے امیر پروفیسر سجاد منصور کی والدہ وفات پا گئیں۔

☆ مقامی تنظیم حافظ آباد کے نقیب اسرہ محترم عتیق الرحمٰن کے ہم زلف وفات پا گئے۔

☆ منفرد اسرہ تونسہ شریف کے نقیب جناب رضا محمد گجر کی بھانجی اور سالا وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0333-6461909

☆ حلقہ ملاکنڈ، دیر کے ملتزم رفیق عبدالمالک جان کے بہنوئی وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0344-9103025

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ
فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

Vol: 31 Regd. No. C.P.L NO.114 No.17

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore